اذالۃ الغوایہ

اردو ترجمہ

تحلیل الذبائح

یعنی

اُن جانوروں کے حلال ہونے کا فتویٰ
جن کو زیارت گاہوں پر نذرانہ کے طور پر ذبح کیا جاتا ہے۔

از: حضرت مولانا انور شاہ صاحب لولابی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ کار:
پیر محمد یحییٰ قادری خواجہ باغ زکورہ

نام کتاب	:	ازالۃ الغوایہ
اصل کتاب کا نام	:	تحلیل الذبائح فی حریم الضرائح
مصنف	:	مولانا انور شاہ صاحب لولابی
مترجم	:	پیر محمد یحییٰ قادری
طبع ثانی	:	2010

فہرست مضامین

دیباچہ طبع ثانی

پہلی طباعت مین یہ بات واضح کی گئی ہے کہ یہ رسالہ کیسے اور کہاں سے حاصل کر کے باراول اپنی اصلی فارسی عبارت میں کس طرح شائع کیا گیا۔ اور بعد مدت تاخیر کے اسکا اردو ترجمہ کر کے شایع کیا جو بہت ہی مقبول ہوااور صرف چار مہینے کے عرصے میں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوکر ہر طرف سے مزید مانگ ہوئی۔ اس لئے مجبوراً دوبارہ شایع کرنے کی ضرورت ہوئی۔ ترجمہ کرتے وقت اگر مجھے اساتذہ دارالعلوم رحیمیہ خاص کر مولینا مفتی نذیر صاحب اور مولینا عبدالغنی ازھری کی اعانت نہ ہوتی ترجمہ نامکمل رہ جاتا۔ دوسری طباعت میں ناچیز نے کہیں کہیں اپنی طرف سے عبارت کی وضاحت کی اور مزید کچھ اضافات درج کیئے گیئے ہیں۔ شروع میں مرحوم علامہ علیہ الرحمہ کا ایک نادر فارسی نعت شامل کیا گیا۔

مولینا شاہ رفیع الدین کا نادر مضمون عقد انامل مع ترجمہ سپرد قلم کیا گیا اولیاء عظام کا اپنے طالبوں کو بعد وفات ارشاد دینے کی چند زندہ مثالیں درج کی گئی۔ آخر پر ناچیز کی طرف سے ایک خلاصہ درج ہے وغیرہ وغیرہ۔

پیر محمد یحیٰ قادری

ذکورہ حضرت بل

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

از زبان گوہرفشان علامہ لاثانی جناب مرحوم انور شاہ صاحب مسعودی

لولاب کشمیر

ای آنکہ ہمہ خَیری وخِیری ونمیری

باراں صفت وبحر سمت ابر مطیری

معراج تو کرسی شدہ وسبع سماوات

فرش قدمَت عرش بریں سدرہ سریری

برفرق جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت

ہم صدرہ کبیری و ہمہ بدر منیری

ختم رُسل ونجم سُبل صبح ہدایت

حقّا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری

آدم بصفِ محشر و ذُریّت آدم
درظلّ لوایت کہ امامیّ و امیری

یکتا کہ بود مرکز ہر دائرہ یکتا
مرکز عالم تو ئی بے مثل و نظیری

ادراک بختم است و کمال است بخاتم
عبرت بخواتیم کہ در دور خیری

اُمی لقب و ماہ عرب مرکز ایمان
ہر علم و عمل را تو مداری و مدیری

عالم ہمہ یک شخص کبیر است کہ اجمال
تفصیل نمونند دریں دیر سریری

ترتیب کہ ربطے ست چو وا کردہ نمودند
در عرصہ اِسرآء تو خطیبی و سفیری

حق است ھمی ہست چو ممتاز ز باطل
آں دین نبی ہست اگر پاک ضمیری

آیات رُسل بودہ ہمہ بہتر و برتر
آیات تو قرآن ہمہ دانی ہمہ گیری

آں عقدہ تقدیر کہ از کسب نشُد حل
حرف تو کشودہ کہ خبیری و بصیری

آنرا کہ جزاء خواندۂ آں عین عمل ہست
بگذر ز حفاف نگر آں چہ پزیری

ای ختم رسُل امت تو خیر اُمم بُود
چُوں ثمرہ کہ آید ہمہ فصل نصیری

کس نیست ازیں اُمت تو آنکہ چو انور
باروی سیاہ آمدہ و موی زریری

تمہید

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اس معبود برحق کی لاتعداد تعریفیں جس کا نام لیکر چھوٹا یا بڑا کام کرنا امر واجب ہے۔ بے شمار درود و سلام اس سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے احادیث کی رو سے بعض چیزیں حلال اور بعض حرام کر دی گئی۔ اسکے بعد سراپا گناہ ہی گناہ بندہ عاجز محمد انور شاہ شریف الطبع دانشوروں سے عرض پرواز ہے کہ ریاست کشمیر میں (جو اس فقیر کی جائے پیدائش ہے) کچھ عرصہ سے ان حیوانات کے حلال و حرام ہونے میں بحث تکرار اور اعتراضات ہونے لگے ہیں جن کو اولیاء کرام (خدا بروز قیامت ان کا سایہ نصیب کرے) کی زیارت گاہوں پر نذر کیا جاتا ہے۔ عوام ہمیشہ کالانعام ہوا کرتے ہیں۔ اعتدال پسندی سے دور ہوتے ہیں جبکہ سچ بات یہ ہے کہ لوگ افرات و تفریط میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ ۱۳۱۰ھ میں ناچیز سفر ہند کو گیا تھا معلوم ہوا کہ واضح اور

صاف مسایل میں بھی کسی نہ کسی حدتک زیادتی کرنے لگے ہیں یہاں تک کہ وہ اس بات پر بضد ہیں کہ تشہد میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت رفع سبابہ کے ساتھ عقد اصابع ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب دُرّ مختار کی یہی رائے ہے۔ محدثین اور فقہاء کرام کے اصطلاح میں تشہد میں شہادت پڑھتے وقت شہادت کی انگلی کو حرکت دینا ''رفع سبابہ'' اور دیگر انگلیوں کو مٹھی کی صورت میں باندھنا ''عقد انامل'' یا ''عقد اصابع'' کہلاتا ہے۔ ہاتھ کی اس شکل کو احادیث کی گنتی میں ترپن (۵۳) کا عدد کہتے ہیں۔ (راقم نے عقد انامل کا مضمون بہت وقت کے بعد حاصل کر کے مع ترجمہ رسالہ کے ساتھ شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔۔ مترجم) صرف ظاہر بینی اور ظاہر داری سے کام لیکر ہر کسی نے اپنے دماغ میں بوئے مذہب کے بدلے کانٹے اُگائے تھے علم حدیث سے بے بہرہ ہونے کے ناطے دینی مسائل میں تگ و دو کرنا چھوڑ دیا ہے حتیٰ کہ کچھ لوگوں نے قریہ صغرا (چھوٹے دیہات) میں قیام جمعہ کر کے قیامت کبرا کا عالم قائم کیا ہے لوگ خوالوہ مخواہ غیر مقلد بن گئے ہیں۔

اس طرح وقتی فریضہ (ظہر کا فرض) ترک کر کے وقت ضایع کرنے کے در پے ہیں (حضرت شاہ جگہ جگہ قیام جمعہ کے قایل نہیں تھے۔مترجم) نہ معلوم دیوانگی کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا اور کیا کوئی پابند مذہب رہے گا بھی یا ہر ایک اپنی ہی راے کا بندہ بن بیٹھے گا۔ حسرت اور افسوس کا مقام ہے کہ کس طرح شیطان لوگوں کے ساتھ کھلواڑ کر رہا ہے اور کس طرح لوگوں کے دلوں میں نافرمانی کا سیلاب اُمڈ آیا ہے۔اب تک صرف اتنی ہی چالاکی اور بے باکی ظہور پذیر ہوئی ہے نہ معلوم اس کے بعد پردہ غیب میں کیا لکھا ہو گا کون سے لوگ ہدایت پر رہیں گے اور کون ضلالت کا راستہ اختیار کریں گے (خدا ہمیں سچی ہدایت نصیب کرے۔) یہ منشاء الٰہی کا فیصلہ ہے کہ لوگوں نے اصل طریقہ فراموش کر دیا ہے۔ چونکہ بندہ ناچیز کسی حد تک حنفی مسلک سے واقفیت رکھتا ہے اور قدرے فن حدیث سے واقف ہوں اس لیے ان جانوروں کے حلال ہونے کا قائل ہوں جن کو اولیاء اللہ کی زیارت گاہوں پر نذر کیا جاتا ہے (یہاں تک صرف تمہید تھا اب حضرت شاہ

صاحب اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں جس کا اشارہ پہلے دیا گیا ہے وہ ہے وما اُھلُ بہ غیر اللہ کی بحث۔ ۔۔مترجم)

(مرحوم شاہ صاحب فرماتے ہیں) بندہ ضعیف کو کسی حد تک مذہب حنفیہ پر عبور ہے اور اسی مسلک کا پیروکار ہوں اور روشن احادیث کو ترتیب دینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس قسم کا مذبوحہ حلال ہے حالانکہ بعض لوگ جو اس کو قولاً حرام قرار تو دیتے ہیں عملاً تناول کرنے سے گریز نہیں کرتے ہیں حتیٰ کہ میرے آقا میرے استاد جناب حضرت مولانا غلام محمد (ان کی بزرگی کو خدا استوار بنائے) نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ مسئلہ کے بابت کچھ تحریر کروں۔ گو کہ میرے غریب خانہ میں کتابی صورت میں کوئی مواد مہیا نہ تھا۔ پھر بھی حکم بجالانا ضروری تھا اس لئے کچھ تحریر کرنے کے لئے قلم اُٹھایا اب شریعت محمد ﷺ کے انصاف پسند پیروکاروں سے عرض کرتا ہوں کہ میری ان پریشان سطور کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور مہربانی کر کے ایسا نہ سمجھیں کہ میں نے نجدی عقیدہ رکھنے والوں کی طعن و تشنیع کیلئے لکھا ہے۔

والی اللہ ترجع الامور وھو علیم بذات الصدور

تمام کام اللہ کی طرف آتے ہیں اور وہ دلوں کا حال جاننے والا ہے

نوٹ

مسئلہ زیر بحث میں فریق مخالف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جن جانوروں کو اولیاء اللہ کی زیارت گاہوں کے لئے بطور نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اس لحاظ سے حرام ہیں کہ اس قسم کا نذر قربت الیٰ غیر اللہ ہے یعنی غیر اللہ کی عبادت ہے۔ حضرت علامہ مرحوم نے اس کی وضاحت کیلئے مقدمہ میں چند فقہی اصطلاحات بیان کئے ہیں تا کہ عالمانہ دلائل سے ہر کسی پر واضح ہو جائے کہ قربت کا مفہوم کیا ہے اور تقرب الیٰ اللہ و تقرب الیٰ غیر اللہ میں کیا فرق ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں انہوں نے ردالمختار کے حوالے سے شیخ الاسلام ذکریا کی عبارت کا حوالہ دیا ہے جو بعینہٖ مع ترجمہ مقدمہ میں درج ہے۔

مزید وضاحت کیلئے ضمیمہ ملاحظ فرمائے (مترجم)

عقد انامل یا عقد اصابع

رسالہ ہذا کا ترجمہ کرتے وقت راقم کو 'عقد انامل' کا مضمون بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ رسالہ اگرچہ ان جانوروں کے حلال ہونے سے تعلق رکھتا ہے جن کو اولیا اللہ کی زیارت گاہوں پر نذرانہ کرتے ہیں لیکن درمیان میں بعض دیگر مسائل کا ذکر بھی آیا ہے۔ چناچہ تشہد میں لوگ عقد انامل کے بارے میں یہ اختلافات پیدا کر کے فتنہ کرتے تھے کہ احادیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، حالانکہ مؤطا امام محمد میں باضابطہ حدیث موجود ہے۔ اس بحث میں الفاظ 'رفع سبابہ' 'عقد اسابع' کا استعمال ہوا۔ یہ دونوں اصطلاحات فقہاء کرام استعال کرتے ہیں لہذا راقم کو ان دونوں اصطلاحات کی وضاحت کرنی پڑی۔ تشہد یعنی التحیات میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت شہادت کی انگلی کو

حرکت دینا 'رفع سبابع' کہلاتا ہے اور باقی انگلیوں کو مُٹھی کی صورت میں رکھنے کو 'عقد انامل' کہتے ہیں۔ انگلیوں کی اس شکل کو علم حدیث کی گنتی میں ترپن (۵۳) کا عدد کہتے ہیں کیونکہ انگلیوں کے خاص اشارے خاص اعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔ علم حدیث میں اس کی خاص اہمیت ہے اور جناب شاہ رفیع الدینؒ نے اس کی وضاحت میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔

چونکہ یہ ایک عملی قاعدہ ہے۔ بار بار مشق نہ کی جائے تو بھول جاتا ہے۔ راقم کو بھی یہی حال پیش آیا مرحوم استاد نے بوقت درس یہ قاعدہ اچھی طرح ذہن نشین کرایا تھا۔ لیکن مرور زمانہ نے بھلا دیا۔ اب جبکہ ترجمہ کرتے وقت اس کی ضرورت پیش آئی تو بہت مشکل پیش آیا کیونکہ اس بارے میں کسی مستند عالم کی طرف رجوع کرنا تھا۔ نظر انتخاب درسگاہ رحیمیہ باڈی پورہ کے مقتدر علماء پر پڑی۔ انھوں نے خاصکر محترم مولینا نذیر صاحب نے کمال شفقت سے سمجھایا لیکن پوری تسلی نہ ہوئی۔ آخر 'جو بندہ پابندہ' کے مطابق راقم کا گزر ایک قریبی رفیق

محترم محمد مقبول رفیقی اسلام آباد کے گھر ہوا۔ اُنھوں نے کھلے دل سے اپنے آبائی مخطوطات راقم کو دکھائے۔ ایک ورق پر عقد انامل کا مضمون درج تھا۔ میں نے خوش قسمتی سمجھ کر اس کو مع ترجمہ شامل رسالہ کردیا تاکہ محفوظ رہ کر علم حدیث کے طالب علموں کے کام آسکے علم حدیث میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ انگلیوں کے اشارے سے اعداد کو ظاہر کرنا شمار کرنے کا ایک مسنون طریقہ ہے۔ ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں جن کہ نام اس طرح ہیں۔

۱۔ خنصر چھوٹی انگلی

۲۔ بنصر اس کے ساتھ والی انگلی

۳۔ وسطیٰ درمیان کی انگلی

۴۔ سبابہ شہادت کی انگلی

۵۔ ابہام انگوٹھا

ان انگلیوں کے خاص اشارے خاص اعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو کہ حضرت شاہ رفیع الدین تفصیل سے بیان فرمایا ہے ذیل میں

اسکا اردو ترجمہ حوالہ قلم ہے۔

فرمایا جناب شاہ رفیع الدین نے خدا ان کا درجہ بلند فرمائے تسبیح وتہلیل پڑھنے والے عدد ایک کے لئے خنصر کو ٹیڑھا کر کے انگلی کے ابتدائی بند پر رکھے۔ عدد دو (۲) کیلئے ساتھ والی انگلی (بنصر) کو بھی اس کے ساتھ ملائے۔ عدد تین (۳) کیلئے درمیانی انگلی (وسطیٰ) کو بھی اس کے ساتھ ملائے۔ عدد چار کے لئے خنصر کو کھڑا کرے۔ عدد پانچ کیلئے بنصر کو کھڑا کریں۔ عدد چھ کیلئے بنصر کو اکیلے وسط ہتھیلی پر رکھے۔ عدد سات کیلئے بنصر کو کھڑا کر کے صرف خنصر کو ہتھیلی کے ساتھ ملائے۔ عدد آٹھ کیلئے بنصر کو بھی اس کے ساتھ ملائے۔ عدد نو کیلئے وسطیٰ کو بھی ملائے۔ عدد دس کیلئے سبابہ کے ناخن کا سرا انگوٹھے ابتدائی بند کے اندرونی حصہ سے ملائے باقی انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑئے۔ عدد بیس کیلئے سبابہ کا وہ حصہ جو وسطیٰ کے ساتھ ملتا ہے انگوٹھے کے ناخن کے ظاہری حصہ سے ملائے۔ عدد تیس کیلئے انگوٹھے کو کھڑا کر کے سبابہ کا ناخن انگوٹھے کے ناخن سے ملائے۔ عدد چالیس کیلئے انگوٹھے کے ناخن کو سبابہ کے پہلے

بند کے بیرونی طرف رکھئے۔عدد پچاس کیلئے سبابہ کو کھڑا کر کے
انگوٹھے کو پوری طرح ٹیڑا کر کے سبابہ کے قریب ہتھیلی پر رکھے۔
عدد ساٹھ کیلئے انگوٹھے کو ٹیڑا کر کے سبابہ کا درمیانی بند انگوٹھے پر رکھے۔
عدد ستر کے لئے انگوٹھے کو کھڑا رکھے سبابہ کا ابتدائی اور دوسرا بند
انگوٹھے کے ناخن سے ملائے۔عدد اسی کیلئے انگوٹھے کو بالکل چھوڑ ئے
سبابہ کو پورا انگوٹھے کے ابتدائی بند کے اندرونی حصہ سے ملائے۔یہی
حال بائیں ہاتھ کا ہے فرق یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی اکائیں بائیں ہاتھ
کی سو اور دائیں ہاتھ کی دہایاں بائیں ہاتھ کی ہزار ظاہر کرتی ہیں۔
دونوں ہاتھ کی انگلیاں نو ہزار نو سو ننانوے (۹۹۹۹) تک دکھاتی ہیں۔
دس ہزار کیلئے انگوٹھے کے ناخن کو سبابہ کے ناخن سے ملالے۔

☆☆☆

مقدمہ

لفظ تقرب کے بارے میں فقہاء کرام کے اصطلاحات۔

درج ذیل اصطلاحات کی وضاحت سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ایسے حیوانات جن کو زیارت گاہوں پر ذبح کیا جاتا ہے وہ تقرب الیٰ غیر اللہ یعنی غیر اللہ کی عبادت کی زد میں نہیں آتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ لفظ تقرب قربت سے ماخوذ ہے۔ یہاں پر فقہا کرام کی عبارت میں تین لفظوں کا استعمال ہوتا ہے جو یہ ہیں:-

طاعت قربت عبادت

طاعت: ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کے فاعل کو فقط یہ عمل انجام دینے سے ثواب ملتا ہے ثواب کی نیت ہو یا نہیں۔ مطاع (یعنی جس کیلئے اطاعت کی جائے) کی معرفت حاصل ہو یا نہیں۔ ہر صورت میں فاعل ثواب کا حقدار بن جاتا ہے۔ مثلاً ایسے منطقی دلائل کو ترتیب دینا جو

ذات باری عزاسمہ کی معرفت کیلیئے رہنمائی کرتے ہیں۔ظاہر ہے جس وقت فاعل اس قسم کے دلائل کی ترتیب دینے میں مصروف ہوتا ہے اس وقت نہ اس کو مطاع یعنی باری تعالیٰ جل شانہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور نہ ثواب کی غرض سے یہ عمل کرتا ہے۔اگر چہ بعد میں انہی دلائل کے ذریعے معرفت ذات حاصل ہوتی ہے لیکن پہلے سے نہیں ہوتی ہے۔اب جو افعال معرفت اور نیت سے ہوں وہ بھی بدرجہ اولیٰ طاعت ہیں۔

قربت: قربت وہ عمل ہے جس کو عملا نے سے ایسی صورت میں فاعل ثواب کا حقدار بن سکتا ہے جب مقرب الیہ (جس کی قربت مقصود ہو) کی معرفت حاصل ہو اگر چہ ثواب کی نیت نہ بھی ہو۔مثلاً تلاوت قرآن کیونکہ تلاوت کے وقت ذات باری عزاسمہ کی معرفت پہلے سے حاصل ہوتی ہے۔

عبادت: عبادت ایسے فعل کو کہتے ہیں جو معرفت معبود اور نیت پر موقوف ہے مثلاً نماز پنجگانہ وغیرہ اس لحاظ سے جو فعل عبادت ہو وہ قربت بھی ہے اور طاعت بھی اور ہر وہ عمل جو قربت ہو وہ طاعت بھی ہوگا اور ہر وہ عمل جو طاعت ہو وہ قربت اور عبادت نہیں ہوگا اور ہر وہ عمل جو قربت ہے عبادت نہیں ہے (اس کی وضاحت ضمیمہ میں درج ہے) ردالمختار باب سنن وضو میں شیخ الاسلام ذکریا کی طرف منسوب درج بالا عبارت اس طرح ہے:۔

ذکر شیخ الاسلام ذکریا اَنَ الطاعة فعل ما یثاب علیه بعدمعرفته من یتوقف الیه به وان لم یتوقف علیٰ النییه والعبادة ما یثاب علیٰ فعله و یتوقف علیٰ نیة فنحو الصلوات الخمس و الصوم و الذکواة و الحج من کل مایتوقف علیٰ النیةقربته طاعةو عبادة و قراة القرآن والوقف والعتق ولاصدقة و نحو هما مما لا یتوقف علیٰ

نية قربة و طاعة لا عبادة و النظر الىٰ الدليل المو دی الی معرفتة الله تعالیٰ طاعة" لا قربة و لا عبادة ا وقواعدمذهبنا و انما لکم یکن النظر قربة لعدم المعرفقة با لمتفر ب الیه لان المعرفة تحصل بعده و لا عبادة لعدم التقف علیٰ النية.....

یعنی شیخ الاسلام ذکریا کا کہنا ہے طاعت ایسا فعل ہے جس کے کرنے سے فاعل کو مطباع (جس کی اطاعت کی جائے) کی معرفت کے بعد ثواب ملتا ہے اگرچہ نیت پر موقوف نہیں ہے۔عبادت ایسا فعل ہے جس پرنیت کی شرط سے ثواب ملتا ہے۔اس لحاظ سے نماز پنجگانہ۔صیام۔ زکواۃ۔حج ہر وہ عمل جو نیت پر موقوف ہے قربت بھی ہے طاعت بھی ہے اور عبادت بھی۔اسطرح تلاوت قرآن۔وقف۔غلام آزاد کرنا صدقہ وغیرہ افعال جو نیت پر موقوف نہیں ہیں۔قربت بھی ہیں طاعت بھی مگر عبادت نہیں ہو سکتے ہیں۔اس طرح ان دلائل کو ترتیب دینا

جو معرفت الٰہی کی طرف رہنمائی کرتے ہوں طاعت ہے نہ کہ قربت یا عبادت۔ ہمارے مذہب کے اصول سے نظروفکر کرنا قربت نہیں ہے کیونکہ متقرب الیہ کی ابھی سے معرفت نہیں ہے۔ عبادت بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں ثواب کی نیت نہیں ہے۔

ضمیمہ از مترجم

جانوروں کو اولیا اللہ کے طرف سے منسوب کر کے ذبح کرنا یہ دلیل دیکر حرام قرار دیا جاتا ہے کہ یہ ایک طرح (تقرب الیٰ غیر اللہ) یعنی غیر اللہ کی عبادت ہے۔ فاضل مرحوم مولانا مرحومؒ نے مقدمہ میں عالمانہ دلائل دیکر واضح کیا ہے کہ یہ تقرب الیٰ غیر اللہ یعنی غیر اللہ کی عبادت نہیں۔ کیونکہ تقرب قربت سے ماخوذ ہے اسلئے لفظ قربت کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ فاضل مصنف حضرت مولانا علیہ الرحمۃ قربت کا مفہوم ایسے دلائل سے واضح کیا ہے جن کا تعلق علم منطق اور علم فلسفہ و معانی وغیرہ کے ساتھ ہے اسلئے بحث عام فہم نہیں بلکہ عام طالب علموں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ بحث ان لوگوں کو سمجھ آتا ہے علوم وفنون سے واقف ہوں۔ راقم (مترجم) نے مناسب جانا کہ کسی قدر اس بحث کی وضاحت کروں تا کہ طالب علموں کو مدد مل سکے۔ مولانا مرحومؒ فرماتے ہیں کہ فقہاء کرام تین طرح کے اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جو

یہ ہیں:- طاعت قربت عبادت

طاعت: اس عمل یا کام کو کہتے ہیں کہ کام کرنے والے کو خود بخود اس کام کا ثواب ملتا ہے اگر چہ اسنے یہ کام ثواب کی نیت سے نہیں کیا ہو اور نہ ثواب دینے والے کی معرفت (پہچان) ہو۔ یعنی اس نے یہ کام کسی ذاتی تجربہ کے لئے کیا ہو۔ ہر حال میں ثواب کا حقدار بن گیا۔ مثال کے طور ایک فلسفی کا قاعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ منطقی دلائل کو ترتیب دیکر نتیجہ برآمد کرتا ہے اس کا غرض صرف نتیجہ برآمد کرنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ اس طرح وہ ایک مصدقہ جملے کو ترتیب دیتا ہے اس جملے کو اُن کی اصطلاح میں صغریٰ کہتے ہیں پھر اس کے ساتھ ایک دوسرا مصدقہ جملہ ترتیب دیتا ہے اس دوسرے جملہ کا نام کبریٰ ہے۔ صغریٰ اور کبریٰ ملا کر نتیجہ برآمد کرتا ہے۔ مثلاً ایک فلسفی کا عقیدہ ہے کہ دنیا قدیم ہے اور ہر قدیم شے لافانی ہے ان دونوں جملوں (صغریٰ۔ کبریٰ) سے نتیجہ برآمد ہوا کہ دنیا لافانی ہے۔ دوسرے فلسفی کا عقیدہ ہے کہ دنیا (قدیم نہیں) حادث ہے اور حادث شی فانی ہے اسلئے ان دو جملوں

(صغریٰ اور کبریٰ) سے نتیجہ بر آمد ہوا کہ دنیا فانی ہے اس طرح ایک فلسفی

مثلاً اس طرح صغریٰ اور کبریٰ کو ترتیب دے رہا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے

گا یعنی دنیا حادث ہے۔۔صغریٰ ہر حادث کا کوئی پیدا کرنے والا ہے

کبریٰ نتیجہ دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا ہے فلسفی چونکہ جملوں کو ترتیب

دے رہا تھا جس سے وجود باری کا نتیجہ بر آمد ہوا۔اس طرح فلسفی

ثواب کا حقدار بن گیا حالانکہ نہ اس کو ثواب کی نیت تھی اور نہ وجود

باری کی معرفت حاصل تھی۔

قربت: وہ کام ہے کہ کام کرنے والا تب ثواب کا حقدار بن جاتا ہے

جب اسکو مقرب الیہ یعنی (جس کی قربت مقصود ہو) کی معرفت پہلے

سے ہو ثواب کی نیت ضروری نہیں مثلاً تلاوت قران۔اگر کوئی بغیر نیت

ثواب صرف بغرض مطالع تلاوت کرے خود بخود ثواب ملتا ہے۔اگر

کوئی شخص بغرض مطالہ یا دوسرے کو پڑھانے کے غرض سے تلاوت کرتا

ہو وہ ثواب کا حقدار بن گیا نیت کی ضرورت نہیں ہے۔لہٰذا ہر قربت

طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہے۔اس نسبت کو نسبت عموم و

خصوص مطلق کہتے ہیں۔

عبادت: وہ عمل ہے کہ نیت اور معرفت کے بغیر ثواب نہیں ملے گا مثلاً ایک شخص نے دن بھر کھانا پینا چھوڑ دیا اگر روزہ کی نیت ہو تو ثواب ملے گا ورنہ یہ فاقہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی نے منہ ہاتھ دھویا اگر وضو کی نیت ہو تو ثواب ملے گا ورنہ صرف صفائی ہو گئی۔ یہی حال دوسرے اعمال کا ہے۔ اس لحاظ سے ہر وہ عمل جو عبادت ہے قربت بھی ہے اور طاعت بھی اور ہر قربت یا طاعت عبادت نہیں ہے۔ نسبت عموم و خصوص من وجہٍ سے مطلق یہ بحث عام لوگوں کے فہم سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ بحث منطق فلسفہ اور علم معانی کے ساتھ وابستہ ہے۔

الغرض غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اولیا اللہ کے نام یا کسی میت کے نام جانور منسوب کرنا تقرب الیٰ غیر اللہ نہیں ہے کیونکہ وہ پہلے ہی تقرب الی اللہ بن چکا ہے۔ واللہ اعلم

اصلِ مسئلہ

وہ جانور جو ذبح اللہ اور اھدی الی غیر اللہ یعنی ذبح خدا کے لئے ھدیہ غیر کے لئے ہو تقرب الی غیر اللہ نہیں ہے کیونکہ وہ تقرب الی اللہ بن چکا ہے جس وقت خدا کا نام لے لیکر ذبح کیا گیا۔ یہاں پر یہ امر جاننا ضروری ہے کہ کیا وجہ ہے کہ بعض عبادات میں نیت کا اشتراط ہے اور بعض میں نہیں ۔اس کا جواب اس طرح ہے کہ بعض عبادات کو ایکدوسرے کے ساتھ آپس میں مشابہت ہوتی ہے۔ نیت کرنے سے ان کے درمیان تمیز ہوتا ہے۔ مثلاً نماز کی کئی قسمیں ہیں۔ نماز فرض بھی ہے سنت بھی، نفل بھی ہے واجب بھی۔ وقتی نماز بھی ہے اور قضا بھی ان کے درمیان نیت کے بدولت آپس میں امتیاز ہوتا ہے مثلاً نیت باندھے کہ میں ظہر کا سنت ادا کرتا ہوں یا عصر کا فرض ادا کرتا ہوں اس طرح دوسری نمازوں سے اس کی نماز متعین ہوئی۔ اسی طرح بعض عبادات اور عادات کے درمیان اشتباہ ہوتا ہے جیسے غذا ترک کرنا اگر

روزہ کی نیت سے ہو تو صوم ہے اور اگر حکیم یا ڈاکٹر کے کہنے پر ہو تو فاق
ہے لہذا اس کے لئے نیت کا شرط لازم ہے یہاں پر صوم اور فاقہ ک
درمیان نیت سے ہی امتیاز ہوتا ہے۔ اب وہ اعمال جن کو انسانی عادات
یا دوسرے اعمال کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں وہاں نیت کا اشتراط نہیں
۔ جیسے ایمان باللہ۔ تلاوت قرآن۔ اذان معرفت ذات باری عز اسمہ
وغیرہ ایسے اعمال ہیں جن میں کسی اشتباہ کا اندیشہ نہیں ہے لہذا ان میں
نیت کا اشتراط نہیں ہے۔

اس مضمون سے متعلق کتاب الاشباہ کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ یوں
ہے: فقہاء کرام کا کہنا ہے کہ عبادات میں نیت کرنے کا مطلب بعض
عبادات کو دوسرے عبادات کو عادات سے تمیز دینا ہوتا ہے۔ مثلاً غذا
ترک کرنا کسی وقت روزہ کی نیت سے ہوتا ہے اور کبھی فاقہ کے غرض
سے۔ اس بیان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جس جانور کو ذبح سے
پہلے کسی ولی خدا کے نام نامزد کیا جائے اور از روی اختصار اس جانور کو
اسی ولی خدا کے ساتھ نسبت کر کے پکارا جائے (جیسے علمدار کا

مرغا۔ حضرت سلطان کا مینڈھا وغیرہ) حالانکہ اصل مقصد یہاں پر اس جانور کو خدا کا نام لے کر ذبح کرنا اور ایصال ثواب اس ولی خدا کے نام ہدیہ کرنا ہوتا ہے۔ ادنیٰ نسبت کے لحاظ سے صرف از روی اختصار اس ولی خدا کے نام سے پکارتے ہیں جس کے نام ہدیہ کرنا مقصود ہو اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے۔ زندگی میں اس قسم کی عام مثالیں موجود ہیں۔ اس قسم کا فعل تقرب الیٰ غیر اللہ ہر گز نہیں ہے۔ چنانچہ مسجد میں چراغ روشن کرنے کے لیے جو تیل خریدا جاتا ہے اس کو عام طور روغن مسجد (مسجد کا تیل) کہا جاتا ہے اور یہ کوئی کلمہ کفر نہیں۔

(نوٹ): بجلی عام ہونے سے پہلے مسجد میں چراغ روشن کیا جاتا تھا اس غرض کیلئے جو تیل خریدا جاتا تھا اس کو روغن مسجد یعنی مسجد کا تیل کہا کرتے تھے نہ کہ خدا کا تیل۔ اس طرح مسجد میں داخل ہونے والے پر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرنا مسنون ہے۔ اس نماز کو خدا کی نماز کہنے کے بجائے تحیۃ المسجد یعنی احترام مسجد کی نماز کہتے ہیں۔ آج تک اس نماز کو کسی نے بھی تقرب الیٰ غیر اللہ نہیں کہا ہے

ورنہ (العیاذ باللہ) ایسے نمازی پر حکم کفر آئے گا بلکہ یہ نماز اصل میں خدا کے لئے اور احترام مسجد کیلئے ہے۔ بالکل یہی مثال مذکورہ جانور کی ہے یعنی ذبح خدا کیلئے اور ہدیہ ولی خدا کے لئے۔ یہاں پر صاحب ردالمختار کا یہ مسئلہ بیان کرنا موزون ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی بغیر کسی تاخیر کے اگر نماز فرض شروع کی جائے تو اس طرح فرض بھی ادا ہوا اور تحیۃ المسجد کی ذمہ داری بھی ساقط ہوگئی۔ لیکن تحیۃ المسجد کا ثواب نہیں ملتا ہے۔ اب اگر فرض نماز کے ساتھ تحیۃ المسجد کی نیت بھی کی تو فرض بھی ادا ہوا اور تحیۃ المسجد کا ثواب بھی ملا۔ یعنی اس طرح کی نیت باندھی کہ وقتی فرض کے ساتھ تحیۃ المسجد بھی ادا کرتا ہوں تو فرض ادا ہونے کے ساتھ تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل گیا ورنہ صرف فرض ادا ہوگا اور تحیۃ المسجد ساقط ہوگئی ملاحظہ ہو ردالمختار کی عربی عبارت اردو ترجمہ۔

مُصلّی کے لئے ضروری ہے کہ فرض ادا کرتے وقت اس طرح نیت باندھے کہ میں وقتی فرض کے ساتھ تحیۃ المسجد کی نیت کرتا ہوں تا کہ

تحیۃ المسجد کے ثواب کا مستحق ہو جائے ۔ کیونکہ بغیر نیت صرف
تحیۃ المسجد ساقط ہوگئی نہ کہ ثواب۔

(نوٹ) مسئلہ کا خلا صہ اس طرح ہے کہ مسجد میں داخل ہو تے ہی
دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرنا لازم ہے اب اگر وقتی فرض یا سنت شروع کیا
تو تحیۃ المسجد کی ذمہ داری ساقط ہوگئی۔ لیکن اس کے ثواب کا مستحق
نہیں ہوا۔ ہاں اگر اسی وقتی فرض یا سنت کیساتھ تحیۃ المسجد کی بھی نیت
باندھی تو وقتی نماز بھی ادا ہوگئی اور تحیۃ المسجد کا ثواب بھی ملا۔ (مترجم)

اس مضمون سے متعلق ایک اور مثال اس طرح ہے کہ کعبۃ اللہ کیلئے
ہدیہ ارسال کئے جاتے ہیں۔ جن کو از روی اختصار ہدیہ کعبہ کہتے ہیں۔

نہ کہ "ہدیہ رب کعبہ" یہاں تقرب الیٰ غیر اللہ مراد نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ
ہدیہ صرف اللہ کی رضا کے لئے اور احترام کعبۃ اللہ کا یہ کوئی کفر کی بات
نہیں ورنہ 'چو کفر از کعبہ بر خیز و کجا ماند مسلمانی'۔

چناچہ حضرت شاہ عبد العزیز فصل الخطاب میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمچو قسم کا
ہدیہ (زیارت گاھوں پر) ادا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ ہدیہ لوجہ

اللہ اور ثواب کسی نبی یا ولی یا متعلقہ میت کی روح کو کیا جاتا ہے جو کہ ایک امر مسنون ہے جس کا جواز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس ضمن میں حدیث اُم سعدؓ کا حال صحیحین میں ثابت ہے۔

(حضور علیہ وسلم صلی اللہ نے سعد بن عبادؓ کو حکم فرمایا کہ ایک کنواں تعمیر کرو جو اپنی ماں ام سعدؓ کے نام وقف رکھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور کنویں کا نام ازروی اختصار بیرام سعید رکھا گیا یعنی ام سعید کا کنواں۔ (مترجم)

نذر کا مقصد فصل الخطاب میں اس طرح درج ہے۔

عربی عبارت کا ترجمہ : اگر تم چاہو تو اس طرح نذر پیش کرو کہ میں اس نذر کا ثواب فلانی میت کی روح کو بخشتا ہوں ۔ اب رہا کسی خاص دوست خدا کا ذکر صرف اس لئے ہوتا ہے کہ نذر خاص اس کے لئے متعین ہے۔ نذرانہ کے مصرف کیلئے نہیں ہوتا ہے۔ نذرانہ کا مصرف ان کے عقیدہ کے مطابق دوست خدا کے توسل دار مثلاً اولاد ، خدام ، مجاورین زیارت وغیرہ ہوتے ہیں۔ نذر کرنے والے کا مقصد بلاشبہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔ اور اس قسم کا نذر ماننا جائز ہے۔ ایسے نذر کا پورا

کرنا جائز ہے۔ نذرانہ کے اشیاء اس روضہ کے مجاوروں کو دئے جائیں
اس کے جو فائدے ہیں وہ ذرا بعد میں لکھدئے جاتے ہیں۔
مولانا شاہ رفیع الدین برادر شاہ عبدالعزیز رسالہ نزور میں لکھتے ہیں کہ
لفظ نذر یہاں پر شرعی معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ عادتاً جو کوئی چیز کسی
بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائے اسکو نذرانہ کہتے ہیں شرعی نذرانہ
کچھ اور ہوتا ہے۔ اسکا حکم یہ ہے کہ اگر صرف ولی خدا کے لئے ہو تو حرام
ہے کیونکہ (لا نذر لغیر اللہ) محض غیر اللہ کا نذر جائز نہیں کیونکہ کسی
ولی خدا کو مستقل طور حاجت روائی کا مالک گردانا یا اس کو نفع ونقصان
جاننا کفر ہے۔ ہاں اگر صورتاً ایسا دکھائی دیتا ہو مگر واقعہ میں ایسا نہیں تو
مباح ہے اسکی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: نذر خدا کے لئے ہو اور اسکا مصرف ولی خدا مثلاً یا اللہ
اگر میری مراد پوری ہو جائے تو تمھارے۔ فلاں صالح بندے کے
مجاوروں کو اتنی رقم نذر پیش کروں گا۔

دوسری صورت: کہ ولی خدا کو حل مشکلات کے لئے شفیع بنایا جائے

مثلاً یا حضرت دعا کیجئے کہ میری مشکل آسان ہو جائے تب میں آپ کے دربار میں اس قدر ہدیہ پیش کروں گا تاکہ اس کا ثواب آپ کو مل جائے۔ یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ تاحیات خود میرے نام پر ایک مینڈھا قربان کرتے رہنا۔ اسی طرح سعد بن عبادہؓ سے فرمایا کہ ایک کنواں اپنی ماں کے نام پر وقف کردو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور کنویں کا نام ام سعید کا کنواں رکھا گیا۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ کسی بزرگ کو وسیلہ بنائے مثلاً یا اللہ فلاں بزرگ کی وساطت سے جس نے تمام عمر تمہاری خوشنودی میں گزاری ہے اور ان عنایات کے واسطے جو تمہاری طرف سے اس پر ہیں میری مشکل آسان بنا دے۔ تب میں اتنا ہدیہ تمہاری بارگاہ میں پیش کروں گا جس کا ثواب تمہارے اس بندہ خاص کے روح کو بخش دیا جائے گا تاکہ اس فعل سے تمہاری خوشنودی حاصل ہو جائے یہ بھی جائز اور درست ہے۔ فقہ حنفی مسلک کا فتویٰ ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) انسان اپنے نوافل کا ثواب کسی دوسرے کو دے سکتا ہے تفسیر احمدیؒ

میں وجوب نذر کے متعلق یہ حکم درج ہے کہ اگر نذر محض لغیر وجہ اللہ ہو تو حرام ہے۔ اب رہا اولیاء اللہ کے نام نذر رکھنا۔ اس کی تاویل اس طرح ہے کہ نذر صرف خدا کے لئے ہے اور اس کا ثواب ولی خدا کے حق میں اور اسے اولیاء اللہ کی عبادت ہرگز مقصود نہیں ہوتی ہے چونکہ اس قسم کے نذر و نیاز کی نسبت کسی ولی خدا کے ساتھ ہوتی ہے لہذا نذرانہ کے جانور کو اسی ولی خدا کا نام رکھتے ہیں۔

(علم معانی میں اس کو نسبت بادنیٰ ملابست کہتے ہیں یہ اصطلاح ہر لغت میں استعمال ہے اور یہ جائز ہے۔ مترجم) اس کی تصدیق عرب جاہلیت کے شعراء قدیم کی ادبی کتاب دیوان حماسہ کا یہ شعر مثال دیا جاتا ہے (یاد رہے عرب جاہلیت کے شعراء قدیم کی زبان لغت عربی میں مستند زبان مانی جاتی ہے۔ مترجم) شعر اس طرح ہے:

اذا کوکب الخرقاء لاحت بسحر

سھیل اذاعت غذلھا فی الاقارب

اسلئے کسی واضح شرعی دلیل یا کسی معقول وجہ کے بغیر آپس میں مسلمانوں
کو تکفیر اور بدعت کا الزام لگانا عقلمندی کے خلاف ہے اور فتویٰ لگانا کہ یہ
فعل (اولیا اللہ کے نام نذر رکھنا) کفر ہے بدعت ہے فسق ہے۔ حرام
ہے اچھا نہیں ہے کیونکہ جبکہ تاویل کی گنجائش موجود ہو تو اصلی مقصد
سے کام لیا جانا چاہئے۔ اس بارے میں شاہ عبدالعزیزؒ نے فتح العزیز
میں جو عبارت لکھی ہے اس کا جواب آگے ہے۔

آیت وما اُھل لغیر اللہ کی تفسیراور معتبر علماء کرام کے آراء۔

یہ بات صاف اور واضح ہے اور اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ جانور کو ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جانا حلال ہونے کیلئے کافی ہے۔ ذبح سے پہلے اور ذبح کے بعد غیر اللہ کا نام معتبر نہیں ہے۔ اعتبار صرف ذبح کے وقت کا ہے لہٰذا جس جانور کو اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا وہ حلال ہے اور ذبح درست ہے چاہئے ذبح سے پہلے اور بعد میں غیر اللہ کا نام کیوں نہ ہو۔ امام واحدی تفسیر وسیط میں لکھتے ہیں (عربی عبارت کا ترجمہ) ذبح کرنے والا جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام بلند کر کے ذبح کرتا ہے۔ وما اُھل بہ لغیر اللہ سے مراد ہے کہ بتوں کا نام لیکر ذبح کیا جائے یعنی کسی بت (غیر اللہ) کا نام بلند کر کے ذبح کرے۔ جو کہ جاہلیت میں رواج تھا کہ لات ،عزیٰ وغیرہ کا نام بلند کر کے ذبح کیا جاتا تھا۔

شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر فتح العزیز میں وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں لکھا

ہے کہ جو جانور ذبح سے پہلے غیر الہ کے نام مشہور ہو اور تقرب بالغیر اللہ کی نیت سے کیا جائے وہ حرام ہے اگر چہ اللہ کا نام لیکر ہی ذبح کیا جائے۔

اس کا جواب اس طرح ہے کہ اگر از روی عبادت ایسا کیا جائے تو باتفاق حرام ہے۔ اس سے آگے شاہ صاحب کے شاگرد خاص علامہ رؤف احمد شاہ صاحب کا عقیدہ مدنظر رکھ کر لکھتا ہے کہ یہ عبارت کسی غیر نے اپنی طرف سے جوڑ دی ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب اس قسم کا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں۔

بندہ ضعیف (انور شاہ صاحب) کا خیال ہے علامہ رؤف احمدؒ کی رائے قرین قیاس ہے کیونکہ شاہ عبد العزیز استمداد اور حیات اولیاء کے قائل ہیں۔ انہوں نے تفسیر میں بعض ایسے مسائل کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا ہے جو بالکل اسی مسئلہ کے مساوی ہیں۔ لہٰذا ایسی عبارت کو ان کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے واللہ اعلم۔

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی بوقت ذبح کسی بت کا نام لیکر ذبح کیا جائے۔

مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی اس آیت کے حاشیہ میں تفسیر بیضاوی میں
لکھتے ہیں۔ یعنی صنم کا نام لیکر (ذبح کے وقت) آواز بلند کر کے جیسا کہ
کواشی اور تاج میں درج ہے (کواشی اور تاج دو معتبر کتابوں کا نام
ہے) اسکے علاوہ تفسیر نیشا پوری کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اہل
کتاب جانور کو خدا کا نام لیکر ذبح کرے تو جانور حلال ہے۔ چاہے
دل میں غیر اللہ (حضرت عیسیٰ) کی نیت کیوں نہ ہو۔ عبارت اس طرح
ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) امام مالکؒ ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب
اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ اگر اہل کتاب نے مسیحؑ کا نام لیکر جانور کو
ذبح کیا گیا تو صاف ہے کہ جانور پر غیر اللہ کی آواز بلند کی گئی لہٰذا

حرام ہے۔ اور اگر خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا تو ظاہر عبارت کا تقاضا
ہے کہ جانور حلال ہے۔ اور غیر اللہ کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے
(نوٹ: یہود نصاریٰ صائبین اہل کتاب مانے جاتے ہیں ان کا مذبوحہ
اسلام میں حلال ہے بشرطیکہ اللہ کا نام لیکر ذبح کرے فقط مترجم)
تاتارخانیہ (جو کہ ایک مستند اور معتبر کتاب ہے) کی عبارت سے معلوم

ہوتا ہے کہ اگر مسلمان نے کافر کے جانور کو ذبح کیا (اس کی اجازت سے) جو اس کافر کو بت کے نام بھینٹ چڑھانا تھا اور پہلے سے اسی نیت سے ذبح کرایا جانور حلال ہے۔ تاتارخانیہ کی عبارت اس طرح ہے۔ کسی مسلمان نے ایک مجوسی کے جانور کو اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جو اس مجوسی کو اپنے باطل معبود آتش کا نذر چڑھانا تھا۔ اس کا گوشت تناول کرنا جائز ہے کیونکہ اس پر خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا ہے۔ اگرچہ ایک مسلمان کے لئے اس کا کھانا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

نوٹ: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے انما الاعمال بالنیات یعنی عملوں کا اعتبار نیت پر منحصر ہے اس لئے جس جانور کو اولیا اللہ کی نیت کر کے ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ کیونکہ اعتبار نیت پر ہے۔ جانور کو ذبح سے پہلے چونکہ (غیر اللہ) ولی خدا کی نیت تھی اور اس نیت سے ذبح کیا گیا لہٰذا حرام ہے اگرچہ بوقت ذبح اللہ کا نام ہی لیا گیا اس کے جواب میں مرحوم حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

Important

حدیث انما الاعمال بالنیات کا مطلب

جان لو کہ حدیث مشہور جس کی روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور کتب احادیث کی تمام کتابوں کے اوائل میں درج ہے اس طرح ہے:

انما لاعمال با لنیات و انما لکل امری ما نویٰ فمن کانت ھجرته الی اللہ و رسوله فھجرته الی اللہ و رسوله و من کانت ھجرت الیٰ امرۃ ینکحھا فھجرته الیٰ ما ھاجر الیه بخاری

فرمایا حضور ﷺ نے عملوں کے جزاء کا اعتبار نیت پر منحصر ہے ہر کسی کو اپنے عمل کا وہی جزاء ملے گا جسکی اس نے نیت کی ہو۔ پس اگر کسی نے دنیا ترک کر کے اللہ اور رسول ؐ کی طرف ہجرت کی ہو تو اسکی ہجرت خدا اور رسول ؐ کی طرف ہو کر رہے گی۔ اگر اسکی ہجرت آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی طرف ہوگی اس کو دنیا ہی ملے گا اگر کسی عورت کو نکاح میں لانے کی غرض سے ہجرت کی ہو تو اسکو وہی ملے گا جس نیت

یاد رہے اس حدیث کا سبب ورود اس طرح ہے، جس کی روایت ابن وائلؓ نے ابن مسعودؓ سے کی ہے کہ ہمارے اندر ایک صحابیؓ نے ایک عورت (جس کا نام اُم قیس تھا) کو پیغام نکاح دیا اس نے اس شرط پر قبول کیا کہ مکہ چھوڑ مدینہ کی طرف ہجرت کرو تب پیغام منظور ہے۔ اس صحابی نے اسی غرض سے ہجرت کی اس لئے اس صحابی کو مہاجرام قیس (یعنی اُم قیس کے لئے ہجرت کرنے والا) کے نام سے پکارتے تھے۔ حدیث کا ترجمہ اوپر درج ہے۔

بعض علماء ظاہر بین اسی مندرجہ بالا حدیث کے مطابق دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر عمل کا اختیار نیت پر ہے لہٰذا جس جانور کو (غیر اللہ) ولی خدا کی نیت سے ذبح کیا جائے وہ حرام ہے کیونکہ اعتبار نیت کا ہوتا ہے۔ ظاہری طور یہ حدیث مسئلہ زیر بحث میں ہماری رائے کے خلاف نظر آتا ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حدیث ہمارے عقیدے کے عین موافق ہے نہ کہ مخالف۔

یہاں پر یہ بات ذہن نشین کرنا ہے کہ ہر عمل یا فعل کا اپنا ایک اثر ہوتا

ہے اور ایک غرض۔ اثر اور غرض کا آپس میں لازم ملزوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اثر عمل کے ساتھ خود بخود مرتب ہوتا ہے۔ چاہیئے عمل کا غرض کیا ہو۔ عامل کے ارادہ کے بغیر اثر خود بخود ظاہر ہوتا ہے۔

مثلاً ایک آتش پرست نے عبادت کرنے کی غرض سے آگ روشن کرلیا تا کہ اسکی (آگ کی) پوجا کرے اتفاقاً پوجا کرتے کرتے اسکو نیند آگئی اور اسی آگ میں گر گیا جو صرف پوجا کی نیت سے روشن کیا گیا تھا کسی نقصان یا خطرے کی غرض سے نہیں تھا۔ پجاری جلس گیا۔ اس طرح آگ نے اپنا اثر دکھایا اور اثر عمل سے کسی صورت میں جدا نہیں ہوتا ہے اس طرح کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اثر عمل سے جدا نہیں ہوتا ہے اور خود بخود مرتب ہوتا ہے یہاں غرض اور غایت کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب دیکھنا ہے کہ حدیث مذکور میں نفی آثار مراد ہے یا نفی اغراض۔ نفی آثار تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اعمال اپنا اثر بہر گونہ دکھاتے ہیں اسلیئے نفی آثار ناممکن ہے البتہ اعمال کا اجر نیت پر

منحصر ہے۔ جس قسم کی نیت ہواس قسم کا اجر ملے گا۔ اگر عمل بہ نیت ثواب
کی ہو تو جزا ملے گا ورنہ نہیں۔ مگر اثر ہر صورت میں ہو کر رہے گا۔
لہٰذا حدیث مذکور میں اعمال کی جزا وسزا کی نفی ہے نہ کہ اثر کی۔ یعنی
عمل کا ثواب یا عقاب نیت پر موقوف ہے۔ اثر عمل یا صحت عمل کو نیت
کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس حدیث سے ہمارے فقہائے کرام کا
یہی مطلب ہے جب کوئی عمل تمام شرائط وارکان کے ساتھ انجام پذیر
ہوتو اسکو صحت عمل کہتے ہیں۔ اس عمل میں نیت کیا ہو کیا نہ ہو صحت عمل ت
گیا۔ کیونکہ عمل کے تمام ارکان وشرائط ولوازمات پورے ہو گئے۔ اس
لئے صاحب دُرِ مختار شرائط نماز کے بحث میں لکھتے ہیں۔ (اردو ترجمہ
فرائض میں سقوط واجب کیلئے ریا کاری اثر انداز نہیں ہو سکتی ہے (فقط
اس کی شرح شامیؒ میں اس طرح ریا کاری سے فرض باطل نہیں ہوتا ہے
آگے اس مسئلہ کی وضاحت یوں ہے (ترجمہ) مختارات اور نوازل میں
لکھا ہے کہ اگر کسی نے ریا کاری کے ساتھ نماز پڑھی تو حکماً اسکی نما
ہو گئی کیونکہ صحت عمل ہو گیا نماز کے تمام ارکان وشرائط پورے ہو گئے۔

نماز تمام حالات میں درست ہوگئی اسلئے حکماً اسکا فرض ادا ہوگیا اس

نماز کے لئے اعادہ نہیں کرنا ہے۔ ذخیرہ (نام کتاب) میں اس کے

برعکس لکھا ہے۔ فقہ ابو للیث نے نوازل (نام کتاب) میں لکھا ہے

ہمارے کچھ مشائخ کا کہنا ہے کہ ریاکاری فرض کی ادائیگی میں اثر انداز

نہیں ہے اور یہی ہمارا مستحکم مذہب ہے۔ ریاکاری سے صرف کثرت

ثواب زائل ہوتا ہے (بیری علے الاشباہ)

رہا اس صورت میں نماز کا ثواب چونکہ نماز میں ریاکاری تھی اسلئے

ثواب سے محروم ہوگیا۔ اگرچہ فرض ادا ہوگیا۔ یہ ضروری نہیں کہ فرض

ادا ہوتے ہوئے ثواب لازم آجائے۔ ان دو باتوں میں تلازم ضروری

نہیں ہے کیونکہ اثر الگ چیز ہے اور غرض الگ ہے۔

بحر الرائق (نام کتاب) میں (حج عن الغیر) یعنی دوسرے کے بدلے

حج کرنے کے باب میں لکھتے ہیں اگر کسی نے اپنی نماز کا ثواب

دوسرے آدمی کو بخشا تو ثواب اس دوسرے کو مل سکتا ہے لیکن فرض اسی کا

ادا ہوا جس نے نماز ادا کی اس کو دوبارہ نہیں پڑھنا ہے۔ جس کے نام

ثواب بخشا اس کا فرض ادا نہیں ہوا اس کو خود ادا کرنا ہے۔ ان مثالوں
سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات سے ثواب
اعمال مراد ہے نہ کہ صحت عمل اور حدیث زیر بحث کا سبب ورود بھی اسی
معنی میں گواہی دیتا ہے۔ جس کی سند بخاری کے شرح عینی
میں ہے اور طبرانی نے معجم الکبیر میں معتبر سند کے ساتھ ابی وائلؓ سے
روایت کی ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی
ہے۔ انہوں نے فرمایا ہمارے اندر ایک صحابیؓ نے اُم قیس کو نکاح کا
پیغام بھیجا اس نے اس شرط پر پیغام نکاح منظور کیا کہ اگر تم مکہ چھوڑ کر
مدینہ چلے آؤ گے تو رشتہ منظور ہے چنانچہ اس صحابیؓ نے اسی نیت سے
مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کی اسلئے اس کو مہاجر اُم قیس (یعنی اُم قیس کے
لیے ہجرت کرنے والا) نام رکھا گیا۔ اُوپر والی حدیث کا یہی مطلب
ہے یعنی ہجرت تو اس کی ہو گئی لیکن ہجرت کا ثواب نہیں ملا۔ یعنی صحت
عمل ہو گیا جزاء عمل ساقط ہوا۔ اب ہم تفسیر نیشاپوری اور تاتارخانیہ کی
عبارت سے سہارا لیکر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ مسلمان کے ہاتھ سے ذبح

کیا ہوا جانور ہر حالت میں حلال ہے۔ کیونکہ ذبح سے دو باتیں ہوتی
ہیں۔ایک ذبح کے عمل کا اثر اور دوسرا غایت کی نیت ۔ ذبح کس غرض
سے کیا گیا اس کا جانور کے حلال وحرام ہونے میں کوئی دخل نہیں ہے
صرف دیکھنا یہ ہے ذبح ہوا یا نہیں ۔ جب ذبح ہو گیا یعنی ایک مسلمان
کے ہاتھ سے تیز دھار والی چھری سے اللہ کا نام لیکر جانور کاٹا گیا تو
شریعت میں اس عمل کا نام ذبح ہے جب اس طرح کا عمل انجام ہوا تو
یہ اپنا اثر خود بخود دکھائے گا یعنی صحت عمل ہو گیا اس کو شریعت میں ذبح
کہتے ہیں لہٰذا جانور با تفاق حلال ہے ۔

(نوٹ)

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ایک مسلمان کے ہاتھ سے تمام
شرائط کے ساتھ جانور کا گلا کاٹا گیا۔اسی کا نام ذبح ہے۔اور ذبح کیا ہوا
جانور از روی شریعت حلال ہے اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ
نہیں ہے ذبح کا غایت ذبح پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا ہے۔ہاں اگر ذبح

کے شرائط میں کمی ہو تو ذبح کا اثر ثابت نہیں ہوگا مثلاً جانور کا گلہ کاٹا گیا

مگر اللہ کا نام لئے بغیر یا خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا لیکن غیر مسلم کے ہاتھ

سے یا مسلمان کے ہاتھ سے اللہ کا نام لیکر عملاً جھٹکا بنایا گیا ان تینوں

صورتوں کو ذبح نہیں کہا جائے گا اور جانور حرام مانا جائے گا۔) مترجم

اب ذرا غور سے دیکھئے کہ جو لوگ اوپر والے حدیث کا سہارا لیکر دعو

کرتے ہیں کہ اعمال کے حلال وحرام ہونے کا دارومدار نیت پر ہے لہٰذ

مذکورہ مذبوحہ حرام ہے وہ کسی قدر غلطی کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ ذبح کے

بارے میں اس حدیث کا کوئی دخل نہیں ہے اور ہمارے فقہائے احناف

کی باریک بینی دیکھو کس فہم سے کام لیا ہے۔ یہاں پر ایک اعتراض

وارد ہوتا ہے کہ جب نیت کا عمل پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے تو کیوں

احناف نے نماز۔ روزہ وغیرہ عبادات میں اسی مذکورہ حدیث کی بناء پر

نیت کرنا شرط قرار دیا ہے۔ اس کا جواب حضرت مرحوم شاہ صاحب اس

طرح فرماتے ہیں کہ نماز روزہ وغیرہ عبادات میں نیت کا شرط اس

مذکورہ حدیث کی رو سے نہیں ہے۔ بلکہ اجماع سے ثابت ہے۔ درمختار

میں شرائط صلوٰۃ کے باب میں لکھتے ہیں (عربی عبارت کا ترجمہ) نماز کے لئے پانچواں شرط نیت کرنا ہے۔ جو باجماع ثابت ہے۔ اور شامی میں لکھا ہے وما امروا الا لیعلمو اللہ مخصلین له الدین یعنی خدا کی عبادت خالص نیت سے کرو لفظ عبادت اس جگہ توحید مراد ہے نہ کہ عبادات اور حدیث متذکرہ سے اعمال کا ثواب مراد ہے نہ کہ صحت عمل۔ اب ہم بحث کی طوالت میں پڑ کر اصل مسئلہ (مذبوحہ مسلم) سے کسی قدر دور ہو گئے لہٰذا پھر اصل مسئلہ کی طرف لوٹ کر نقولات جمع کرتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ۔ میں آیا ہے کہ زیارت قبور اولیاء اللہ کی زیارت گاہوں سے کسب فیض کرنا۔ بیمار کی شفایابی کیلئے۔ گمشدہ کی بازیابی کیلئے۔ اولیاء اللہ کی زیارت گاہوں پر نذر چڑھانا۔ شمع جلانا۔ جانور کو ذبح کرنا۔ یہ سب گذشتہ بالا مسائل کے باب سے ہے اور اس زیارت کے خادموں اور مجاوروں کیلئے مجازاً ایک قسم کی خیرات یا صدقہ ہے۔ چنانچہ فقہاء کرام کا قول ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک غریب کو زکوٰۃ کا رقم لفظ قرض بول کر دیا تو زکوٰۃ ہی ہو گی نہ

کہ قرض۔ اسی طرح اگر ایک دولت مند نے ھبہ کا رقم صدقہ بول کر دیا تو وہ وہاں بھی معنی کا اعتبار ہوگا نہ کہ لفظ کا۔ یہ ھبہ ہوگا نہ کہ صدقہ۔ اس کی وضاحت جناب شیخ ابن الحجر المکی (جو ائمہ شافعی سے ہے) نے اپنے فتاویٰ میں اس طرح کی ہے کہ ایسے نزورات زیارت کے خادموں۔ وارثوں اور خدام میں تقسیم کرنا درست ہے۔ جب نذر کرنے والے نے اس طرح کی نیت کی ہو یا اس زیارت گاہ پر ٹھہرنے والے مسافروں اور فقیروں اور غریبوں میں تقسیم کرنا واجب ہوگا۔ جن کے بارے میں نیت کی ہو۔ اور جس کا آجکل عام لوگوں میں رواج بھی ہے۔ لہذا نذر نیاز یا عام خیرات کا لفظ اسی مفہوم میں لیا جاتا ہے۔ لہذا ایک عالم کیلئے لازم ہے کہ صرف ایسے مسائل کے بارے میں لوگوں کو سختی سے روکے جن پر تمام مذاہب کا اتفاق ہو اور جس میں اختلاف نہ ہو۔ جیسے حرمت زنا۔ شراب نوشی وغیرہ کیونکہ ایسے مسائل لازمی طور جزءِ دین ہوتے ہیں اور جن مسائل کے بارے میں ائمہ کرام اور علماء عظام اختلاف رکھتے ہوں ان میں سے صرف اپنے پیشروامام کے قول

کو دلیل بنا کر لوگوں پر سختی نہ کرے جیسے رفع یدین۔ آمین بالجہر۔
زیارت گاہوں پر ذبح کرنا وغیرہ۔ امام رافعی نے لکھا ہے۔ ذبح معبود
کیلئے اس کا نام لیکر کرنا بمنزلہ سجدہ کے ہے دونوں چیزیں (ذبح اور
سجدہ) عبادت کے طور اور تعظیم کیلئے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی جس طرح
سجدہ کرنا کبھی عبادت کیلئے ہوتا ہے کبھی سجدہ تعظیم ہوتا ہے یہی حال ذبح
کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے قبر کیلئے سجدہ عبادت کیا تو وہ کافر ہے اگر
تعظیم بجالانے کی غرض سے کیا تو کافر نہیں ہے۔ اس طرح اگر کسی نے
غیر اللہ کی تعظیم کے علاوہ عبادت کی نیت سے اسی کا نام لیکر ذبح کیا تو
ذبح کرنے والا کافر اور جانور حرام ہے۔ اسی طرح اگر خدا کے نام کے
ساتھ کوئی شریک ملا کر ذبح کیا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اب اگر کسی نے
خدا کا نام لیکر کسی غیر اللہ کیلئے جانور ذبح کیا صرف تعظیم کیلئے نہ کہ
عبادت سمجھ کر تو اس قسم کا جانور حرام نہیں ہے۔ مثلاً مہمان آنے والا
ہے اس کے خاطر جانور کو ذبح کیا یا کعبۃ اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا یا
رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کیلئے جانور ذبح کیا وغیرہ وغیرہ اسی طرح

استقبال سلطان کیلئے جانور کو ذبح کیا محض خوشی کیلئے نہ کہ عبادت کیلئے یہ بھی اسی قسم کا ہے۔ عقیقہ کے نام ذبح کرنا بھی اسی ذیل میں آتا ہے اس قسم کے جانور حرام نہیں ہیں اور نہ یہ فعل حرام ہے۔ اسی طرح اگر بسم اللہ و بسم محمد ﷺ نام لیکر ذبح کیا اور بسم اللہ سے مراد ذبح اور بسم محمد ﷺ سے مراد تعظیم تبرک مراد ہے تو جانور حلال ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ شیخ ابراہیم دوزی (جو ہماری جماعت سے ہیں) نے لکھا ہے کہ اگر بادشاہ کی آمد پر از روی بشارت ذبح کیا جائے تو اہل بخاری اس کی حرمت کے قائل ہیں۔

کیونکہ یہ وما اُہل بہ الغیر اللہ کے ذیل میں آتا ہے۔ امام رافعیؒ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ صرف خوشی اور بشارت کیلئے ہے جس طرح بچے کی خوشی میں عقیقہ کا جانور ذبح کرتے ہیں لہذا اس قسم کا مذبوحہ حرام نہیں ہے۔

تفسیر احمدی میں و ما اھل بہ لغیر اللہ کے تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ جانور کو غیر اللہ لات وعزیٰ یا کسی نبی کا نام لیکر کیا جائے۔

پس اگر غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا یا اسم اللہ کے ساتھ دوسرا نام ملا کر

جیسے بسم اللہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجرور پڑھ کر ذبح کیا گیا تو جانور حرام ہے (مجرور

اس کو کہتے ہیں جس کے آخری حرف کی حرکت جرّ یعنی زیر ہو جیسے

زید) اور اگر بغیر عطف وصلاً جیسے بسم اللہ محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر ذبح

کیا تو جانور حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔

اب اگر ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد کوئی نام لیا تو اس میں کوئی حرج

نہیں ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں درج ہے یہاں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ

اولیاء اللہ کے نام نذر مانا ہوا جانور (جس کا آج کل رواج ہے) حلال

طیب ہے۔ کیونکہ نذر اولیاء اللہ کیلئے ہے لیکن ذبح نہیں کیا گیا ہے۔

عبارت گزشتہ سے واضح ہوتا ہے کہ عام لوگ دوستان خدا کو جو ہدیہ

دیتے ہیں اسکا اختصاراً عام عادت کے طور فلاں درگاہ کا نذرانہ یا نیاز

کہتے ہیں حالانکہ دراصل نذر خدا کے لئے ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کا نام

ایصال ثواب مراد ہوتا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ دو رکعت نماز

تحیۃ المسجد کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ نماز خدا کے لئے اور احترام مسجد

کیلئے۔ تاتارخانیہ اور تفسیر نیشاپوری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح ایک ایسا معاملہ ہے جو نیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ اعتبار لفظ کا ہے جیسے طلاق۔ عتاق وغیرہ۔

طلاق وعتاق کا مطلب

میاں بیوی کے درمیان جدائی کرنے کو طلاق اور زرخرید غلام کو آزاد کرنے کو عتاق کہتے ہیں ان دونوں معاملوں میں ظاہری لفظ کا اعتبار ہوتا ہے چاہے نیت کیا ہو۔ مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھے طلاق دیا وہ جدا ہوگئی بعد میں وہ بولے گا مجھے طلاق کی نیت نہیں تھی لیکن اس کے ظاہری لفظ کا اعتبار کرکے طلاق واقع ہوگیا۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنے زرخرید غلام سے بولا میں نے تجھے آزاد کردیا ہو وہ آزاد ہوگیا اگر اس کی نیت میں آزاد کرنا نہیں تھا۔ حضرت مرحوم شاہ صاحب فرماتے ہیں ذبح کرتے وقت خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا جانور حلال ہوگیا نیت کا اس میں کوئی اثر نہیں ہے۔ کیونکہ شرعی ذبح ہوگیا۔

اب ہم پر ذمہ واری عائد ہوتی ہے کہ در مختار اور دیگر کتابوں کی ان عبارات کو تطبیق دیں جو اس قسم کے حیوانات کے حرام ہونے کے بارے میں ہیں پھر دیکھنا ہے یہاں کونسی عبارت ہے جس سے ظاہر ہو جائے کہ ذبح لغیر اللہ تقرب الی الغیر (یعنی غیر اللہ کی عبادت) نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کسی غیر اللہ کو معبود اور مقرب الیہ جان کر اسی کا نام لیکر جانور کو ذبح کرے تو وہ باتفاق حرام ہے اور ایسا کرنے والا بلا اختلاف کافر ہے۔

اور بعض عبارات سے اس طرح واضح ہوتا ہے کہ ان کا مطلب ذبح غیر اللہ سے تقرب لغیر اللہ (یعنی غیر اللہ کی عبادت) ہے۔ امام نودیؒ نے صحیح مسلم کے شرح میں لکھا ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) اگر اس قسم کے ذبح سے غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت مراد ہو تو یہ سراسر کفر ہے فقط رافعی کی عبارت بھی اسی نہج کی ہے بلکہ صاحب در مختار اس مسئلہ کے آخر میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ مسلمان کا ظاہری حال یہ ہے کہ وہ غیر اللہ سے قربت طلب نہیں کرتا ہے جیسا کہ صید المنیہ میں درج ہے

(عربی عبارت کا ترجمہ) اس قسم کا فعل مکروہ ہے کفر نہیں ہے کیونکہ ہم ایک مسلمان کے حق میں بدظنی کرنا اچھا نہیں مانتے ہیں کہ وہ ایک مخلوق کو اس قسم کے ذبح سے اپنا مقرب الیہ (یعنی معبود) بنائے فقط۔

ردالمختار میں اس کی تصریح اس طرح ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب ذبح بطریق عبادت ہو کیونکہ ایسا کرنا کفر ہے جو ایک مسلمان سے بعید ہے لہٰذا ظاہر حال یہ ہے کہ کسی غیر اللہ کے نام پر ایک بھیڑ ذبح کرنا صرف محبت کے خاطر ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ صاحب درمختار نے باب الاستبرار میں لکھا ہے کہ اسی طرح جو لوگ علماء کے سامنے زمین کو بوسہ دیتے ہیں حرام ہے۔ ایسا کرنے والا اور اس پر راضی رہنے والا دونوں گنہگار ہیں۔ اب رہا کیا ایسا کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ اگر از روی عبادت و تعظیم ہو تو کافر ہے کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔ اگر تحیۃ ہو تو صرف گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونگے۔ فقط

یہاں پر یہ ایک عجیب بات ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود نصاریٰ کا ذبح بوجہ حلال قرار دیا جاتا ہے حالانکہ وہ لوگ ذبح سے پہلے اور ذبح کے بعد

تقرب الیٰ غیر اللہ کے قائل ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
قربت کے معتقد ہیں بلکہ معبودیت کے قائل ہیں اب یہاں کوئی یہ
بتائے کہ چونکہ وہ ذبح کے وقت عیسیٰؑ کا نام نہیں لیتے ہیں اگر چہ ذبح
سے پہلے اور ذبح کے بعد اس کی معبودیت کے قائل ہیں اس کے
باوجود ان کا مذبوحہ حلال ہے اور جو ولی خدا کی صرف محبت جتلائے
اس کا مذبوحہ حرام ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی کہے کہ میں اس مٹکے
کے شراب سے توبہ کرتا ہوں اس مٹکے کے شراب سے نہیں۔ کیونکہ وہ ہر
حالت میں حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے قائل ہیں ذبح سے پہلے بھی
اور ذبح کے بعد بھی ۔ اگر آسمانی کتابوں کے قائل ہوتے ہوئے
خدا سے شریک ٹھہرانا مذبوحہ میں مضر ہوتا تو جانور حرام ہونا چاہیے تھا۔
اگر چہ ذبح کے وقت شرکت کی نیت نہ بھی ہو۔ ہمارے فقہاء کرام اہل
کتاب کے مذبوحہ کو حلال ہونے کی صرف یہی علت پیش کرتے
ہیں کہ وہ بھی آسمانی کتابوں کے دعویدار ہیں۔ یہ نہیں لکھتے ہیں کہ اس
مخصوص ذبیحہ میں قربت الیٰ غیر اللہ نہیں ہے۔ شرح نقایہ الیاس زادہ

میں مذکورہ ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) ذبح کرنے کے لئے شرط ہے
کہ ذبح کرنے والا اعتقاداً یا ازروی دعویٰ توحید کا قائل ہو اس میں
مساوی بات ہے کہ وہ مسلمان ہو جو اعتقاداً ملت توحید پر ہے یا اہل
کتاب ہو جو توحید کا صرف دعویدار ہے اعتقاداً حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو خدا بیٹا قرار دیکر توحید سے انکاری ہے اہل کتاب خواہ حربی ہو
(جو دار الحرب میں بودوباش کرتا ہو) یا ذمی (جو دار السلام میں رہتا
ہو) عربی ہو یا تغلیبی ان سب کا مذبوحہ اس آیت نے حلال قرار دیا
ہے۔ **وطعام الذین اوتو الکتاب حل لهم** یعنی اہل کتاب کا کھانا
تم پر حلال ہے اسی طرح اہل کتاب کے فرزند کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

کیونکہ خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے (یعنی اگر مسلمان مرد نے یہودن
کے ساتھ نکاح کیا ان کا بچہ مسلمان جانا جائے گا اگر عیسائی نے کافر
عورت کے ساتھ نکاح کیا تو بچہ عیسائی جانا جائے گا۔ مترجم) اب
یہاں پر ایک اور مسئلہ اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ ایک اہل کتاب جو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معبودیت کا قائل ہے خدا کا نام لیکر جانور ذبح

حلال ہے تو ایک مجوسی جو کہ صنم پرست ہے اگر جانور کو
صرف اللہ کا نام لیکر ذبح کرے تو جانور حلال ہونا چاہیئے تھا حالانکہ
بالاتفاق مجوسی کے ہاتھ کا مذبوحہ حرام ہے۔
گزشتہ بالا عبارات کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ ذبح کے لئے ضروری ہے کہ
ذبح کرنے والا کسی آسمانی کتاب کا قائل ہو اور اللہ کا نام لیکر ذبح کرے
جبکہ مجوسی کسی آسمانی کتاب کا قائل نہیں ہے۔ فقط
تفسیر عزیزی میں وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اگر
ذبح سے پہلے جانور کو غیر اللہ کی قربت کیلئے مشہور کیا جائے اور غیر اللہ کی
قربت کیلئے جانور ذبح کیا جائے تو وہ بوقت ذبح بسم اللہ پڑھنے سے
حلال نہیں ہوگا۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ یہ اس صورت میں
ہے جب غیر اللہ کی معبودیت کا قائل ہو اور قربت بمعنی عبادت ہو تو
بالاتفاق ایسا جانور حرام ہے اور ایسا کرنے والا کافر۔
پہلے ذکر ہوا کہ علامہ رؤف احمد شاہ جو شاہ عبدالعزیز کے شاگرد خاص
تھے تفسیر رؤفی میں لکھتے ہیں کہ جناب شاہ عبدالعزیز کا عقیدہ ایسا نہیں

تھا جو تفسیر فتح العزیز میں وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کسی نے اپنی طرف سے یہ عبارت لاحق کی ہو۔ فقط بندہ ضعیف (حضرت مرحوم شاہ صاحب) فرماتے ہیں کہ اسی تفسیر فتح العزیز میں بہت سے ایسے مسائل موجود ہیں جو ہو بہو اس مسئلے کے ساتھ جوڑ رکھتے ہیں۔ ایسے مقامات پر انہوں نے اولیاء کرام سے استمداد صراحۃً جائز قرار دیا ہے اور متعدد جگہ ان کی حیات کا اقرار کیا ہے۔ لہٰذا حضرت رؤف صاحب کا فرمانا درست ہوگا بے جا نہ ہوگا۔ برادر شاہ عبدالعزیز مولانا رفیع الدین کا فتویٰ بھی گزر چکا ہے اور خود شاہ عبدالعزیز اسی تفسیر صفحہ ۱۷۳ میں درباب سوال جواب درمیان باری تعالیٰ اور شیطان مردود حق تعالیٰ نے شیطان مردود کے جواب میں لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ شیطان سے کہتا ہے کہ تمہاری غذا ہر وہ مردار ہے جس پر بوقت ذبح میرا نام نہ لیا ہو۔ بس دیکھنا ہے کس طرح انہوں نے عام مفسرین کے ساتھ موافقت کی ہے مختصر ایسی عبارت قابل تاویل ہیں۔

فصل دوئم : حیوانات کا خصوصی طور زیارت گاہوں کے مجاوروں میں تقسیم کرنا ایصال ثواب کیلئے وقت مقرر کرنا مثلاً چہلم، اختتام سال اور دیگر مبارک اوقات کا مقرر کرنا۔ واضح رہے کہ نذر کیلئے تعین مکان کرنے میں ایک ظاہری فائدہ ہے جیسا کہ سابقہ عبارات مثلاً عبارت شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب فصل الخطاب اور رسالہ نذور کی عبارت سے معلوم ہوا کہ نذر کے حیوانات جو کسی خاص زیارت کے لوگوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے ذبح کرنا ہو۔ اگر اسی حیوان کو زندہ ہی اسی زیارت گاہ میں لیکر وہیں پر ذبح کر لیا جائے۔ جس کی پہلے سے نیت رکھی تھی۔ تو اس میں آسانی ہے بجائے اس کے کہ حیوان کو ذبح کر کے کندھے پر اٹھا کر وہاں پہنچایا جائے۔ کیونکہ یہ گوشت زیارت کے خادموں، فقیروں میں تقسیم کرنا ہے۔ لہٰذا کیوں نہ جانور زندہ صورت میں وہاں لیکر ذبح کیا جائے اس میں کونسی خرابی ہے نیز زیارت گاہوں کے فیوض و برکات اور رضامندی سے نذر کرنے

والا کیوں محروم رہے۔ مرقاۃ شرح مشکواۃ میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ کنت نہیتکم عن ذیارۃ القبور الافذو دوہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے روکا تھا اب اس کی اجازت ہے۔

نووی نے زیارت قبور کے مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔

۱: زیارت یا تو صرف تذکرہ موت اور آخرت کی یاد کیلئے کی جائے کہ ایک دن مجھے بھی موت آنے والی ہے اس صورت میں زیارت قبور کو دیکھنا ہی کافی ہے۔

۲: زیارت بغرض دعاء مغفرت اموات کی جائے جو ایک مسنون طریقہ ہے۔

۳: زیارت قبور برکات و فیوضات حاصل کرنے کی غرض سے کی جائے۔ یہ صرف مقربان خدا کی زیارت گاہوں سے حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ عالم برزخ میں بھی ان کے بے انتہا برکات و فیوضات ہوتے ہیں۔ طیبی شرح مشکواۃ میں لکھتے ہیں:۔ اگر کسی نے بندہ صالح کے مقبرہ کے قریب مسجد تعمیر کی یا اس زیارت گاہ میں نماز ادا کی اس سے غرض اہل

مقبرہ کے روح کو راحت پہچانا مقصود ہو نہ کہ ان کی عبادت یا تعظیم اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا جب کسی زیارت کے جوار میں اس نیت سے نماز ادا کرنا جائز ہے تو شرعی قیاس کے مطابق جانور کو کسی زیارت گاہ پر ذبح کرنے میں کونسی خرابی اور عدم جواز ہے۔ بشرطیکہ ذبح عوارضات سے پاک ہو۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ ہر وہ خدا کا بندہ خاص جسے اس کی ظاہری زندگی میں برکات وفیوضات حاصل کیے جائیں اس کا ظاہری انتقال کے بعد بھی اس کی قبر شریف کی زیارت سے برکات و فیوضات حاصل ہو سکتے ہیں۔ فقط

فتویٰ طلبندادی (جو کہ شافعی مسلک کی معتبرات میں شمار ہوتی ہے) میں درج ہے (ترجمہ) امام رافعیؒ نے حازم سے ذکر کیا کہ ابوبکر الخطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ عیدگاہ کے قریب ایک قبر تھی جو قبر نذور سے مشہور تھی۔ کہا جاتا ہے یہ قبر شریف حضرت عبداللہ بن محمد علیؓ بن ابی طالب کی قبر ہے جو کہ درست ہے۔ اس کو قبر

نذور اس لیے کہا جاتا تھا کہ جو بھی مراد وہاں مانگی جاتی تھی وہ پوری ہوتی تھی مذکورہ ابوبکر الخطیب کہتے ہیں میں نے کئی دفعہ نذر و نیاز تقسیم کر کے جو حاجت مانگی پوری ہو گئی۔ فقط

فتاویٰ زیادی میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے قرائن اس بات کے شاہد ہیں کہ جن لوگوں میں اس طرح نذر و نیاز کی عادت ہے دراصل ان کا مقصد جانور وغیرہ صدقات کو زیارت گاہ کے مجاوروں یا قرابت داروں میں بانٹنا ہوتا ہے لیکن خدا کے لئے ہوتا ہے۔ اس قسم کے مقصد میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ابوبکر الخطیب کا فعل بھی اسی قسم کا تھا۔ ان کی قیادت قابل تقلید ہے کیونکہ وہ بلا مقابلہ اپنے زمانہ کے حافظ کلام اللہ تھے۔

صحیح بخاری کے شرح فتح باری میں امام بخاریؒ کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ ابوعلی الحفاظ کا کہنا ہے کہ ہمیں ابوالفتح بن نفر بن الحسن السمرقندی نے خبر دی ہے کہ ایک دفعہ ۴۶۴ھ میں سمرقند میں بارش بند ہوئی۔ ملک میں قحط ہوا۔ لوگوں نے قحط کے لئے دعا مانگی۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔

پھر ایک بندہ صالح قاضی کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے خواب دیکھا کہ آپ ایک جماعت کے ہمراہ امام بخاریؒ کی قبر پر حاضر ہوئے اور بارش کیلیے دعا مانگی۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا۔ قاضی بولا تمہارا خواب درست ہے۔ پھر قاضی لوگوں کے ہمراہ نکلے قبر کو وسیلہ بنا کر عجز وزاری کے ساتھ لوگوں نے دعا مانگی اللہ کے کرم سے موسلا دار بارش ہوئی زمین جل تھل ہوئی لوگوں کو برابر ایک ہفتہ کثرت بارش کی وجہ سے خرتنک کے مقام پر ٹھہرنا پڑا۔ جہاں سے سمرقند تک تین دن کا راستہ ہے۔

شیخ عابد سندھی نے طوالع الانوار میں لکھا ہے جب کوئی شکستہ خاطر کسی صالح بندہ کی قبر پر جا کر دعا کرتا ہے تو اسکی دعا فوراً مستجاب ہوتی ہے۔ یہ اس بندۂ صالح کی کرامات ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا کے ہاں اس بندۂ صالح کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ لہٰذا جو کوئی مصیبت زدہ اس بندہ صالح کے دروازے پر آکر مولیٰ کریم سے اپنی ذلت کا اظہار کرتا ہے۔ تو مولیٰ کریم اس بندہ صالح کے مرتبہ کی بناء پر اس کی حاجت روائی کرتا ہے

اور اس کی مصیبت ٹال دیتا ہے حالانکہ مصیبت کو دور کرنے والا دراصل مولیٰ کریم ہی ہے۔ فقط

شیخ عبدالحق دہلوی تکمیل ایمان میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی زیارت گاہوں سے استعانت کرنے میں بعض فقہائے کرام کو اختلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ زیارت قبور کا مقصد یا تو عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے یا ایصال ثواب مراد ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار بقیہ سے ثابت ہے۔

اولیاء اللہ کو عالم برزخ میں بھی عالم حیات پر تصرف

مشائخ صوفیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو عالم برزخ میں بھی اس عالم حیات پر تصرف ہوتا ہے اور ان کے ارواح سے استمداد ثابت اور با اثر ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں جس خدا دوست سے اس کی حیات ظاہری میں استمداد کیا جاتا ہے اس دنیا سے انتقال کے بعد بھی اسے استمداد کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہماری دلیل کے موافق ہے۔ کیونکہ روح کی بقا موت کے بعد بھی بدلالت احادیث و اجماع علماء ثابت ہے۔ ظاہری حیات میں بھی دراصل تصرف روح کا ہوتا ہے۔ نہ کہ بدن کا حالانکہ حقیقی متصرف مولیٰ کریم ہے نہ کہ غیر اور ولایت فنافی اللہ اور بقا بدوست کا دسرا نام ہے۔ یہ نسبت موت کے بعد ہی مکمل ہوتی ہے۔ ارباب کشف شہود کے ہاں جب زائر کسی قبر والے کی زیارت کو جاتا ہے تو دونوں (زائر و مزور) کا آپس میں مقابلہ اسرار و انوار کی کرنوں کے عکس کا موجب ہوتا ہے تو ایک کا عکس دوسرے پر پڑتا ہے۔

بدن مثالی کے ذریعے اولیاء اللہ کا اپنے طالبوں کو ارشادات دینے کی چند زندہ مثالیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں پر بیان کیا ہے کہ اولیاء اللہ بعد وفات روحانی حالت میں اپنے طالبوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ غلطی ہونے پر ان کی سرزنش کرتے ہیں تاریخ اور سلف صالحین ایسی مثالوں سے بھر پور ہے۔ یہاں پر چند ایک زندہ مثالیں دی جاتی ہیں۔ یعنی وہ لوگ بقید حیات ہیں جن کو دوستان خدا کی طرف سے بعد انتقال رہنمائی ہوئی ہے میں ان خوش قسمت چند افراد کا حوالہ مع پورا پتہ بھی حوالہ قلم کر رہا ہوں تاکہ اگر کوئی تصدیق کرنا چاہیے تو خود اُن کے پاس جا کر تصدیق کرسکیں۔

۱۔ ہمارے ایک رفیق محترم مشتاق احمد کنٹ جو اصل میں علاقہ عیدگاہ کے باشندہ ہیں۔ آجکل باغ عثمان کالونی گلاب باغ میں رہائش پزیر ہیں۔ اُنہوں نے ایک روز بات بات میں مجھ سے استفسار کیا کہ کیا

'درود برکات' نام کا کوئی درود موجود ہے؟ میں نے جواب دیا اس نام کا کوئی درود میری نظر سے نہیں گزرا ہے پھر بھی میں تلاش کروں گا۔ تلاش کرنے پر 'گنجینہ درود' نامی ایک کتاب میں ایک درود تھا جس کا عنوان درود برکات کثیرہ تھا۔ جب میں نے یہ درود شریف شخص مذکورہ کو دکھایا تو وہ بہت خوش ہوئے کہنے لگے میں عرصہ سے اس کی تلاش میں تھا۔ جب میں نے دریافت کیا تو اُنہوں نے اظہار کیا۔ کہ میرا معمول تھا کہ جب گھر سے کسی کام کو نکلتا تھا تو قریب ہی واقعہ حضرت شیخ احمد تارہ بلی کے آستانہ پر حاضری دیتا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں آستانہ کے سامنے سلام عرض کرتا ہوں کہ پیچھے سے دو مہیب آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا اور بولنے لگے ہم تمہاری تلاش میں تھے آج پکڑ لیا۔ آستانہ سے ایک صاحب برآمد ہوئے (کشمیری فرن اور سر پر عمامہ پہنے) دائیں ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور بائیں ہاتھ سے ان دونوں آدمیوں کو یہ کہہ کر بھگا دیا۔ اس کو چھوڑ دو۔ میری طرف خطاب

کرنے لگے فکرمت کرو روزانہ درود برکات پڑھا کرو۔ تب سے اس درود کی تلاش میں تھا۔

۲۔ میرے ایک اور محترم دوست جناب غلام محی الدین وانی صاحب (بزاز) اصل میں زینہ کدل کے باشندہ ہیں اور آجکل حیدر پورہ سرینگر میں رہتے ہیں۔ مسلک کے لحاظ سے اہل حدیث ہیں۔ اُن کو حضرت مرحوم قبلہ میرک شاہ صاحبؒ کے ساتھ ارادت تھی۔ اُنہوں نے اظہار فرمایا کہ حضرت قبلہ مرحوم نے مجھے درود حضور پڑھنے کا ارشاد دیا تھا۔ چند عرصہ کے بعد اُنہوں نے فرمایا۔ اس کی تعداد میں اضافہ کرو اب روزانہ تین سو کی تعداد میں پڑھا کرو۔ اس کے بعد اُنہوں نے انتقال فرمایا۔ انتقال پُر ملال کے کچھ عرصہ بعد خواب میں فرمانے لگے (مہدہ صعبہ اتھ کرھَر ر) یعنی محی الدین صاحب اس میں اضافہ کرو اور روزانہ بارہ سو (۱۲۰۰) کی تعداد میں پڑھا کرو۔ لیکن پہلے شالیمار جاکر (مامہ صاحب) محترم دین محمد سے مشورہ لینا۔

صبح میں نے شالیمار جاکر قائم مقام فقیر مامہ صاحب سے دریافت

کیا حضرت درود حضور زیادہ سے زیادہ کتنی تعداد میں پڑھی جائے۔
اُنہوں نے برجستہ فرمایا (۱۲۰۰) بارہ سو۔ میں حیران ہوا اور خواب کا
سارا واقعہ سنایا۔

۳۔ یہاں پر میں ایک اور دلچسپ واقعہ سنانا چاہتا ہوں کہ خدا کا ایک
برگزیدہ بندہ ولی محمد پڈر فرزند غلام محمد پڈر ساکنہ متی گاورن اسلام آباد
ہم نے اُن کے بارے میں سنا تھا کہ اُنہوں نے دوران حج جناب فقیر
سلطان صاحب بدسگامی علیہ الرحمہ کو دیکھا ہے۔ یہ قابل قبول نہیں تھی
کیونکہ جناب فقیر اپنی کٹیا سے کبھی باہر قدم نہیں رکھا ہے۔ آخر ہمیں
شوق ہوا کہ ہم خود اس خوش قسمت آدمی سے ملیں گیں اور خود اُن کی
زبانی سنیں گیں اور ہم نے اُس کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ چناچہ
۲۹ جولائی ۲۰۰۹ء ۶ شعبان ۱۴۳۰ھ بروز بدھوار صبح سویرے ہمراہ
فرزندم جناب محمد ابوبکر صاحب روانہ ہوئے۔ راستے میں دو آدمی
ہمارے ساتھ ہوئے جنہوں نے ہماری رہنمائی کی۔ وہ ہیں محمد یعقوب
خان ولد عبدالرشید خان اور جناب شوکت احمد مخزومی ولد محمد یاسین

مخدومی ساکنان برینٹی بٹہ پورہ اسلام آباد۔ٹھیک دن کے ساڑھے بارہ بجے ہم ان کے دولت خانہ پر وارد ہوئے۔وہ بھی ہمارے انتظار میں تھے استفسار کرنے پر اُنہوں نے اس طرح بیان کیا کہ ۱۹۷۱ء میں جناب فقیر صاحب سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے اس کو صرف ایک بار دیکھا۔ان کا ظاہری حال۔نہ پاک وناپاک کا امتیاز نہ شرع شریف کا طریقہ مجھے ناگوار ہوااور مجھے ذرا نفرت ہوئی۔

اتفاق سے سال ۱۹۸۹ء میں مجھے حج وعمرہ کی سعادت نصیب ہوئی دوران طواف میں نے ایک کشمیری بزرگ کو طواف کرتے دیکھا۔اس کے بعد جب ہم اپنے ڈھیرہ کی طرف بجانب باب عمر بن عبد العزیز روانہ ہونے لگے تو زمزم کے قریب میں نے پھر اسی کشمیری بزرگ کو زمین پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔دونوں جگہوں پر میں نے دیکھا کہ یہ بزرگ اپنے ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیتے تھے۔آخر اس غرض سے کہ تھکا ہوا عمر رسیدہ بزرگ ہے۔ہوسکتا ہے اس کو کچھ مدد کی ضرورت ہو۔میں ان کے قریب پہنچا تو حیرانی ہوئی۔یہ فقیر سلطان صاحب کی

ذات گرامی ہے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بولا حضرت بابا صاحب میں نے آپ کو پہچان لیا۔ اب اُس رب کعبہ کے خاطر اس باطنی جام سے مجھے بھی کچھ نصیب فرمائے۔ جواب میں بولے میں ایک گندہ آدمی ہوں آپ برگزیدہ حاجی ہیں۔ جاؤ زمزم سے بھرا ایک گلاس لاؤ۔ میں نے تعمیل کیا اُنہوں نے اپنے ہاتھ میں گلاس پکڑا اور بولے پیو میں نے پی لیا فرمانے لگے میرے مرنے تک یہ واقعہ کسی سے مت کہنا ورنہ جان کا خطرہ ہے۔ پھر فرمانے لگے جاؤ اب میرے لئے بھی ایک گلاس بھر کر لاؤ میں زمزم لانے کو گیا اور وہ نظر سے غائب ہو گئے۔

یہ ہے بروز بدن کا زندہ ثبوت۔

☆☆☆

بدن مثالی کا مطلب

نوٹ: بدن مثالی مادی بدن کا عکس ہو بہو ہوتا ہے ایک شخص گھر میں
محو خواب ہوتا ہے دوسرا شخص اس کو خواب میں کسی درخت وغیرہ پر دیکھ
ہے یہ اسکا بدن مثالی ہوتا ہے اولیاء اللہ کو بدن مثالی یا تن مکتسبہ پر پورا
تصرف ہوتا ہے۔ بدن مثالی کے ذریعے چلتے پھرتے ہیں فقط۔ مترجم
شیخ عبدالحق دہلوی نے صراحتاً لکھا ہے کہ استمداد کے عدم جواز کی کوئ
دلیل موجود نہیں ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر عزیزی میں آیت
والقمر اذا اتسق کے ذیل میں لکھا ہے کہ بعض اولیاء کبار جنہوں نے بن
نوع انسان کی تکمیل ارشاد کیلئے اپنے آپ کو وقف رکھا ہوتا ہے ان ک
عالم برزخ میں بھی اس دنیا پر تصرف ہوتا ہے۔ ان کے کمال ادراک
کے باعث اس عالم کا استغراق دنیاوی تصرفات کیلئے انہیں مانع نہیں
ہوتا ہے۔ اویسی طائفہ انہی سے کمالات باطنی کا حصول کرتے ہیں۔
گویا بزبان حال ان سے کہتے ہیں ''من آیم بجان گرتو آئی بتن''

یعنی اس قسم کے اولیاء اللہ اپنے زائر سے فرماتے ہیں۔ اگر تم بدن سے میری ملاقات کو آؤ گے۔ میں جان سے تمہارا استقبال کروں گا۔

اولیاء اللہ کی روحانی طاقت اور وفات۔

اس جگہ مرحوم مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ تحقیق شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ کی تحقیق کے مطابق لکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حجتہ اللہ البالغہ میں جس کو احقر نے دوبار مطالہ کیا ہے لکھا ہے جب ولی خدا وفات پاتا ہے تو اس کی تمام ظاہری تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اور روح اپنے مزاج کی طرف رجوع کر کے فرشتوں کے ساتھ جا ملتا ہے اور انہی میں سے ایک بن جاتا ہے۔ اس کو بھی وہی الہامات ملتے ہیں جو اُنکو ملتے ہیں انہی کے کارنامے انجام دیتا ہے اُنہی کی طرح دوڑ دھوپ کرتا ہے کبھی یہ

ارواح مقدسہ اعلاء کلمتہ اللہ والوں کی اعانت کرتے ہیں کبھی اپنی اصلی
حثیت کی بناء پر جسمانی صورت اختیار کرنے کا شوق ہوتا ہے پھر بدن
مثالی کے ذریعے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ اور یہ نورانی اجسام پرواز
کرنے والے روحانی اجسام کے ساتھ ملتے ہیں۔ کبھی غذا کی خواہش
کرتے ہیں تو ان کا شوق پورا کیا جاتا ہے۔

حضرت دہلویؒ مشکوٰۃ شریف کے فارسی شرح میں اہل قبور کی سماعت
اور جزئی علم اور لوگوں کے قضاء حاجات کے بارے میں تفصیل سے
بیان کیا ہے۔ اُنس العصوص میں لکھا ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) شیخ
الاسلام جمال الدین محمد بن البرعی الانصار کی جو کتاب نہایۃ المختار
شرح منہاج کے مصنف ہیں۔ ان سے سوال کیا گیا کہ عام لوگ کسی
سختی کیوقت یا شیخ فلاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس جیسے
دوسرے کلمات جن سے انبیاء مرسلین اور صالحین سے ان کی ظاہری
حیات کے بعد مدد مانگی جاتی ہے یہ کس حد تک درست ہے؟
اُنہوں نے فرمایا۔ انبیاء۔ مرسلین۔ اولیاء۔ علماء اور صالحین سے ان کی

انتقال کے بعد بھی ان سے استمداد کرنا جائز ہے۔ انبیاء کرام سے
استغاثہ کرنا از روی احادیث وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ صوم وصلواۃ
اور حج کرتے ہیں۔ لہٰذا ان سے استغاثہ کرنا ان کا ایک معجزہ ہے۔ یہی
حال شہیدوں کا ہے۔ کیونکہ وہ اعلانیہ دن دہاڑے دشمنان دین کے
ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ اولیاء اللہ سے امداد طلب کرنا ان کی
ایک کرامت ہے چونکہ تمام اہل حق کا عقیدہ ہے کہ بلا ارادہ یا بالارادہ
ایسی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں جو خرق عادت ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کے
ذریعے انجام دیا کرتا ہے۔ نذرانہ جانور کو زندہ یا ذبح کر کے زیارت
گاہوں پر لے جانا۔ مندرجہ منقولات سے نذر نیاز کے لئے تعین مکان
اور اولیاء اللہ کی زیارت گاہوں پر زندہ جانور کو لے جانا اور وہاں
پر ذبح کر کے فوائد معلوم ہو گئے۔ اب مناسب ہے کہ چند نقولات تعین
زمان کے بارے میں پیش کئے جائیں جو یہاں پر موزون رہے گا۔

اولیاء اللہ یا میت کی سالگرہ منانا۔

وفاء الوفاء میں لکھا ہے ۔ ابی شیبہ نے اپنی تصنیف عباد بن ابی صالح سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال کے اختتام پر شہیدان اُحد کی قبروں پر جا کر یہ دعا کرتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ۔ تم پر سلام ہو تم نے صبر سے کام لیا تمہارے لئے آخرت میں اچھا ٹھکانہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمانؓ کا بھی معمول رہا ہے جب حضرت معاویہؓ کا زمانہ آیا وہ حج کے بعد شہداء اُحد کی زیارت کو گئے اور فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو یہ دعا فرماتے ۔ تم پر سلام تم نے صبر کیا اور کیا اچھا اجر پایا فقط۔

امام سیوطی تفسیر الدار المنثور بالتفسیر الماء ثور میں لکھتے ہیں ۔ ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت انسؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر

سال شہداء اُحد کے مزار پر تشریف لے جاتے اور فرماتے۔ تم پر سلام ہو تم نے صبر سے کام لیا اور بہترین اجر پایا۔ یہی عمل حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی رہا۔

(درمختار رشرح الباب المناسک) یعنی مناسک حج کے باب میں لکھتے ہیں کہ شہداء احد کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ ابی شیبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ سال گزرنے پر شہیدان احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور وہاں دعا مانگتے تم پر سلام ہو تم نے صبر سے کام لیا آخرت کا گھر تمہارے لئے ہی اچھا ہوگا۔

نورالایمان فی بیان آثار الرحمان میں درج ہے۔ کہ علی بن القاری کا کہنا ہے کہ ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سال گزرنے پر شہیدان اُحد کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور وہاں یہ دعا فرماتے۔ تم پر سلام ہو تم نے صبر کیا تمہارے لئے آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

حضرت شیخ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابی بکر الصدیقؓ۔ حضرت عمرؓ کا بھی یہی معمول رہا۔ آگے لکھتے ہیں کہ جمعرات کو شہداء اُحد کو زیارت کو جانا زیادہ بہتر ہے۔

مسجد قبا کی زیارت مستحب ہے اور سنیچر کو وہاں جانا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سنیچر کو ہی سوار یا پیدل تشریف لے جاتے۔ روایت بخاری نے۔ اسی طرح فتح القدیر للعاجز الفقیر میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کیلئے سوموار کو تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح سوموار کہ ہی وہاں لے جاتے۔ یہی عبارت شرح المناسک میں بھی درج ہے۔

زیارت کیلئے تاریخ مقرر کرنا جائز ہے

حضرت محمد بن المنتدر رسے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان
کی ستارہ تاریخ کو مسجد قبا تشریف لے جاتے۔ امام نودی نے فرمایا کہ
حدیث میں زیارت کیلئے کوئی خاص تاریخ یا دن مقرر کرنا جائز ہے۔
جمہور علماء کی بھی یہی رائے ہے اور یہی درست ہے۔ جبکہ ابی مسلمہ
الماکی نے ایسا کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ ہوسکتا ہے
کہ ان کو اس حدیث کے بارے میں اطلاع نہ پہنچی ہو۔ فقط
شرح الباب المناسک میں لکھا ہے زیارت قبور جمعہ۔ سینیچر۔ سوموار اور
جمعرات کہ زیادہ بہتر ہے۔ محمد بن واسع کا قول ہے کہ میت ایک روز
جمعہ سے پہلے اور بعد والے دن (جمعرات اور سینیچر) کو پہچانتا ہے۔ جیسا
کہ امام بیہقی سے روایت ہے لہذا ان چند احادیث سے (جو کہ
حدیث حسن ہیں) سال گزرنے کے بعد زیارت قبور ثابت ہے اور
منکر کے پاس انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ کوئی گنجائش ہے۔

زیارت کیلئے کوئی خاص تاریخ مقرر کرنا جس کے متعلق احادیث مطلق ہوں اگر اجتناب کریں عوام کو رکاوٹ نہیں کرنی چاہیئے۔ درمختار میں لکھا ہے طلوع آفتاب کے وقت نماز مکروہ ہے لیکن عوام کو منع نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ان کو اس وقت نماز سے روکا جائے وہ سرے سے ترک کرتے ہیں اور بعض علماء کے ہاں ادا کرنا ترک کرنے سے بہتر ہے یعنی نہ کرنے سے کرنا ہی اچھا ہے جیسا قنیہ اور دیگر کتابوں میں درج ہے اور ردالمختار میں ہے کہ اس عبارت کی تصدیق صاحب مصفی نے امام حمیدالدین سے کرائی ہے۔ اس نے اپنے استاد الامام المحیوبی اور شمس الائمہ الحلوائی اور نسفی سے کرائی ہے اور کتاب قنیہ میں الحلوائی اور نسفی سے بھی اس کی تصدیق کرائی ہے اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ صاحب قنیہ معتزلہ اعتقاد کا تھا جبکہ انہوں نے ایک عام آدمی کیلئے اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ کسی مذہب سے اپنی پسند کا مسئلہ اور طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔ ہمارے ہاں حقیقت یکساں ہے اور آدمی کو سہل ترین راستہ اور طریقہ اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ اعلم

خاتمہ

خلاصہ کلام اس طرح ہے کہ اولیاء کرام کے لئے نذر ماننا تقرب الیٰ غیر اللہ نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی شخص اولیاء کو امور قدرت کے تغیرات میں دخل انداز نہیں مانتا ہے بلکہ خدای عزوجل کے برکات وفیوضات کے ارسال میں صرف ایک وسیلہ اور ذریعہ شمار کرتا ہے۔ اشیاء نذرانہ ان کے نام منسوب کرنا ایسا عمل ہے جیسا کہ تحیۃ المسجد کی نماز ہے اور نذر کرنے والے کا اصلی مقصد نذر خدا کیلئے اور ایصال ہدیہ اولیاء اللہ کے ارواح مقدسہ کو کرنا ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

یہاں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر بات صرف اتنی ہے کہ نذر خدا کے لئے اور ثواب بندے کے حق میں ہے تو کیا وجہ ہے کہ نذر کرنیوالا نذر کے حیوان کو تبدیل نہیں کرسکتا ہے۔ نہ اس کے بدلے اس کی قیمت ادا کرنا پسند کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے ایک جانور کسی زیارت کیلئے نذر ٹھہرایا۔ پھر نہ تو اس جانور کہ تبدیل کر کے اس کے بدلے قیمت ادا

کرنا پسند کرتا ہے اور نہ اس کے بدلے دوسرا جانور یا اس کے برابر گوشت تقسیم کرنا پسند کرتا ہے۔

اس کا جواب اس طرح ہے کہ اس طرح کا اعتراض اہداء ثواب کے علاوہ تقرب الی اولیاء اللہ دونوں باتوں پر یکسان طور وارد ہوتا ہے۔اور اس کا جواب بھی دونوں باتوں کیلئے اس طرح یکسان ہے کہ نذر مانا ہوا جانور جو اولیاء اللہ کی زیارت گاہوں کیلئے مخصوص سمجھا گیا ہو۔اس کو تبدیل کر کے اس کی جگہ دوسرا جانور نذر کرنا۔ یا اس کی قیمت ادا کرنا یا اس کے وزن کے برابر گوشت تقسیم کرنا ناجائز نہیں ہے۔ یہ درست ہے لیکن پسند نہیں ہے کیونکہ ایک سچا محبت کرنے والا اپنے محبوب کی کسی چیز کو تبدیل کرنا یا اس کی قیمت دینا پسند نہیں کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا لباس کھانے کے برتن تک تبدیل کرنا ناگوارا ہوتا ہے۔ایک سچے محبت کرنے والے کی یہی علامت ہے۔لوگ اولیاء اللہ کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے ہیں لہٰذا ان کی طرف منسوب کردہ چیز کو بدلنا کیسے پسند کریں گے۔

کایں طلسم بستۂ مولیٰ است ایں

پاسباں کوچۂ لیلیٰ است ایں

مجنوں: ایک عاشق صادق اپنے معشوق (لیلیٰ) کے کوچہ میں رہنے والے کتے سے بھی محبت کرتا تھا کیونکہ آخر اسکے محبوب کی گلی میں رہائش کرتا تھا۔ یہ ہے محبت اور عشق کا عالم۔

شکر خدا کا کہ لکھا ہوا یہ رسالہ بتاریخ ۱۶/ ماہ صفر المصفر ۱۳۱۷ھ مکمل ہوا۔ رسالہ ہذا میں دیئے ہوئے کچھ نقولات اور حوالہ جات معتبر کتابوں سے حاصل کیے ہوئے ہیں بعض حوالات کا اندراج بلاواسطہ کتاب زبانی دیا گیا ہے۔

درود سلام ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لواحقین آل واصحاب اور تابعین سب پر نازل ہو۔ آمین۔

قولہٗ سبحانہٗ

بل احیاءُ الخ تفسیر مظہری جلد (۱) صفحہ ۹

آیت : و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

یعنی اللہ تعالیٰ ان ارواح مقدسہ کو جسمانی قوت عطا کرتا ہے اور وہ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں۔ زمیں، آسمان اور جنت میں پھرتے رہتے ہیں۔ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو سزا دیتے ہیں۔ علماء عظام کی ایک خاص ٹولی کا خیال ہے کہ اس قسم کی حیاتی صرف

شہیدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن ہماری رائے ہے کہ یہ حیاتی صرف شہیدوں تک مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ انبیاء کرام کی حیاتی شہداء سے زیادہ قوئی ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد بھی ازواج مطہرات کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں ہے۔ جبکہ شہداء کے حق میں ایسا نہیں ہے۔ لہذا انبیاء کی حیات شہیدوں کی حیات سے اقوئی ہے۔ صدیقوں کا درجہ بھی شہداء سے برتر ہے۔ اور صالحین بھی شہداء کے ساتھ لاحق ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت کریمہ کی ترتیب۔

من النبین۔ والصدیقین۔ والشہداء۔ ہالصالحین =

ترتیب کے لحاظ سے پہلے انبیاء پھر صدیقین پھر تیسرے نمبر پر شہداء اور پھر عام صالحین کا درجہ ہے۔ اس بارے میں بعض صوفیوں کا قول ہے کہ ہمارے جسم بھی روح ہیں اور روح بھی جسم ہیں یعنی ہمارے روح کو جسم کی طاقت اور صلاحیت ہے۔ اسی طرح ہمارے جسم میں روح کی طاقت ہے ہمارے روح اور جسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح ظاہری حیاتی میں جسم چلتا پھرتا ہے اسی طرح بدن سے جدا

ہو جانے کے بعد بھی ہمارا روح بدن مثالی کے ذریعے چلتا پھرتا ہے۔

اولیاء کرام کی یہ کرامت حد تواتر کو پہنچی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ دشمنوں کو سزا دیتے ہیں۔ اور اپنے دوستوں میں سے جس پر مہربان ہو جاتے ہیں خدا کی جانب راہ ہدایت دکھانے میں رہنمائی کرتے ہیں۔ انبیاء کرام ۔ شہداء و صالحین کے اجسام زمین میں دفنا کر بوسیدہ نہیں ہوتے ہیں اس کے لئے یہ دلیل ہے۔ جس کی روایت مالک بن عبدالرحمٰن بن صعصعہ نے کی ہے کہ اس کے پاس یہ بات پہنچی ہے حضرت عمر بن الجموح اور عبد اللہ بن جبیر الانصاری دو صحابی جنہوں نے غزوہ اُحد میں شہادت پائی ہے۔ دونوں کو ایک ہی قبر میں دفنایا گیا۔ دریا کا بہاؤ قبروں کے قریب آ گیا جس سے قبروں کو خطرہ لاحق ہوا۔ پھر ان دونوں کی قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا دونوں کے جسموں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی ۔ ایسا لگتا تھا کہ آج ہی انہوں نے شہادت پائی ہے حالانکہ درمیان میں چھیالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ طبرانی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مؤذن ثواب کے لئے اذان دیا کرتا ہے وہ اس شہید کے ساتھ ہے جو خون میں لت پت ہوا ہو جب وہ (مؤذن) مرتا ہے تو زمین اس کے جسم کو نہیں بگاڑتی ہے۔ ابن منذہؒ نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ جب قرآن پڑھنے والا مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتا ہے خبردار!! میرے اس بندے کا گوشت مت کھانا۔ زمین عرض کرتی ہے اے اللہ میں کیسے تیرے بندے کے جسم کو ہضم کرسکوں جبکہ اسکے سینے میں تیرا کلام موجود ہے۔ اسی معنی میں ابو ہریرہؓ اور ابن مسعودؓ سے بھی روایت ہے المروی نے قتادہؒ سے اخذ کیا ہے کہ جو بدن معصیت کا مرتکب نہ ہوا ہو زمین اس بدن پر غالب نہیں آتی ہے۔ جو بدن معصیت کا مرتکب نہ ہوا ہو سے مراد اولیاء اللہ ہیں۔ کیونکہ وہ خطاؤں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب اور اجسام مغفور ہوتے ہیں۔ یہی مراد ہے اس جملے سے کہ جو معصیت کے مرتکب نہ ہوا ہو، واللہ اعلم

تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی لہٰذا احادیث و آثار کی روشنی میں

جب اس مسئلہ کو تحقیق کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات بخوبی سمجھ می آتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتہ موت کو یہ طاقت دی ہے کہ آن واحد کے اندر دنیا کے اکناف واطراف سے ہزاروں جانیں قبض کرتا ہے حالانکہ فرشتہ صرف ایک ہے اور ایک ہی جگہ پر ہوتا ہے اور جس طرح ایک ہی سورج آسمان پر چمکتا ہے اور زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کرتا ہے اسی طرح اللہ نے اپنے خاص بندوں کو اس وصف سے نوازا ہے کہ وہ آن واحد میں سورج کی طرح دنیا کے کسی کونے میں نمودار ہو سکتے ہیں۔ اپنے بدن مثالی کے ذریعے اپنا ظہور مختلف مقامات پر کرسکتے ہیں۔ یہاں یہی تاریخی واقعہ اس مضمون کے ساتھ معنوی لحاظ سے مناسبت رکھتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند کے ساتھ مشابہت دیتے ہوئے ان اشعار کے ساتھ استقبال کیا ہے۔

اشرق البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا مادعی اللہ داعی

کوہ وداع کے ٹیلوں سے ہم پر چاند نمودار ہوا جب تک کوئی پکارنے والا پکارتے رہے ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے (پانی پتی) تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی سورہ انعام ص ١٩ تفسیر مظہری ص ٨ پارہ ٦

عباس بن مراد سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع پر عرفات کی شام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے حق میں مغفرت کی دعا مانگی۔ خدای بر حق کی طرف سے جواب ملا۔ میں نے تمہاری امت کے تمام گناہ معاف کئے ماسوائے مظالم کے اور میں مظلوم کہ ظالم سے اسکا حق دلواؤں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا بار الٰہی تیری رحمت میں کچھ کمی نہ ہوگی اگر مظلوم کو جنت سے بلند درجہ دیکر اس کا حق پورا کرو گے اور ظالم سے بھی معاف ہو جائے یہ دعا اس شام قبول نہیں ہوئی پھر جب مزدلفہ میں صبح گذاری تو پھر انہوں نے اس دعا کو دہرایا اس صبح کو اجابت ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا آپ کو اس جگہ ہنسنے کی عادت نہیں تھی (خدا آپ کے دندان مبارک ہمیشہ ہنسائے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دشمن ابلیس

کو جب معلوم ہوا کہ امت کے حق میں میری دعا قبول ہوئی تو واویلا کرنے لگا اور سر پر خاک اُڑانے لگا۔ اسکے اس جزع و فزع پر مجھے ہنسی آ گئی۔ اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی اور بیہقی نے کتاب البعث میں فرمائی۔

از تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی سورہ مائدہ ص ۸ ہر وہ چیز جس کے ذریعے علم غیب کا دعویٰ ہو مثلاً علم۔ رَمَل۔ کنکری مارنے کا طریقہ یا کچھ نقطے کھینچ کران سے لکیریں بنانا یا جسے فارسی میں فالنامہ کہتے ہیں۔ یا ہر وہ چیز جو جوابازی کے مترادف ہو یہ سب باتیں استسقام بالازلام کے حکم میں داخل ہیں۔ یہ سب طریقہ عبارۃً یا دلالتہً خفیہ ہوں یا اعلانیہ سب کا حکم یکسان ہے۔ ابوداود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی نے کہانت یا استسقام بالازلام یا کسی ایسے شگون سے کام لیا جس کی وجہ سے سفر کرنے یا کوئی چیز کرنے سے رکے وہ قیامت کے روز جنت کے اعلیٰ مدارج سے محروم رہے گا۔ روایت کی بغوی نے اور قبیصہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے علم قیافہ۔ شگون بد لینا کنکریاں مارنے سے اپنے سوال کا جواب
ڈھونڈنا۔ ان سب باتوں پر محاسبہ ہوگا۔ روایت کی ابوداود نے صحیح سند
کے ساتھ تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ حضرت مرحوم مولانا انور
شاہ صاحب۔ مولانا ثناء اللہ پانی پتی کو وقت کے بیہقی قرار دیتے
تھے۔ (نوٹ: استسقام بالازلام) آج کل کے لوگ اپنے کسی سوال کا
جواب مختلف طریقوں سے ڈھونڈتے ہیں لیکن ماسوای استخارہ شریعت
میں اور کوئی طریقہ جائز نہیں ہے فالنامہ دیکھنا۔ تسبیح کے دانے شمار
کرکے اپنا جواب لینا وغیرہ سب ناجائز ہے جاہلیت کے زمانے میں
بڑے بت کے پاس کچھ تیر جمع رکھے ہوئے ہوتے تھے جن پر خود
انسان کی لکھی ہوئی عبارت مثلاً میرا خدا کہتا ہے یہ کام ٹھیک ہے یا میرا
خدا کہتا ہے یہ کام ٹھیک نہیں ہے۔ لوگ کسی کام مثلاً شادی۔ تجارت اور
دوسرے کاموں کیلئے وہاں جاکر کسی ایک تیر کو اٹھاتے اور دیکھتے اس پر
کیا لکھا ہے وہی کرتے۔ حالانکہ وہ لکھا ہوا انسان ہی کا ہوتا تھا اسی کو
استسقام بالازلام کہتے ہیں) مترجم۔

خلاصہ از مترجم

قران پاک میں چند جگہوں پر باختلاف عبارت چار چیزوں کی حرمت اس طرح آئی ہے۔ ۱. خودمردہ ۲. خون ۳. سور کا گوشت یہ تینوں چیزیں باتفاق حرام ہیں چوتھی چیز وما اھل بہٖ لغیر اللّٰہ یعنی جس جانور پر غیر اللہ کی آواز دیکر چھری چلائی جائے۔ غیر اللہ کی آواز کے مطلب میں علماء کرام کے درمیان اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء مقتدر میں اور تفاسیر میں اس آیت کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ جس جانور پر غیر اللہ کے نام کی آواز بلند کرکے ذبح کیا گیا ہو۔ تفسیر جلالین کی عبارت اس طرح ہے:

و ما اھل بہ لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیر اللہ و الاھلال ر

فع الصوت و کانو ا یر فعو نه عند الذبح لاٰلتهم

یعنی جس جانور کو غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے۔ اُھل کا لفظ اہلال

سے مشتق ہے۔ اہلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں مشرکین عرب اپنے

باطل معبودوں کا نام لیکر آواز بلند کر کے جانور پر چھری چلاتے تھے۔

اسی طرح تفسیر بیضاوی۔ تفسیر کبیر وغیرہ بہت سے دیگر تفاسیر میں بھی

ہے اور یہی قرین قیاس بھی ہے یعنی غیر اللہ کی آواز کا اعتبار ذبح کے

وقت رکھا جائے۔ ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد نہیں۔ علماء متاخرین جن

میں بعض علماء دیوبند بھی شامل ہیں۔ وما اُھل بہ لغیر اللہ عام معنی میں

استعمال کرتے ہیں یعنی جو جانور ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد غیر اللہ کی

طرف منسوب کیا جائے۔ وہ حرام ہے چاہئے ذبح کے وقت اللہ کا نام

ہی لیا ہو۔ وہ بھی خود مردہ۔ خون۔ سور کا گوشت کے ساتھ شامل ہے۔

اس لحاظ سے جو چیز از قسم نذرانہ دوستان خدا کی طرف منسوب کرتے

ہیں اس کو نذر نہیں بلکہ قربت الٰی غیر اللہ قرار دیتے ہیں۔ جس طرح

مشرکین بت کے نام منسوب کرتے تھے اسی طرح لوگ کسی ولی خدا

کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ دونوں باتیں یکساں ہیں لیکن یہ نظریہ بعید از قیاس ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی مماثلت یا مشابہت نہیں ہے۔ بت کو اولیاء اللہ کے ساتھ جوڑنا دوستان خدا کے ساتھ بے ادبی کے بغیر اور کچھ نہیں ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً

۱) مسلمان جانور کو اللہ کا نام لیکر چھری چلاتا ہے جس کو شریعت میں ذبح کہتے ہیں۔ مشرکین جانور کو جھٹکا کر کے بت پر بھینٹ چڑھاتے ہیں

۲) اہل اسلام کے ہاں خدا کی عطا کردہ چیز کا ثواب کسی ولی خدا۔ ماں باپ وغیرہ کے روح کو بھیجا جاتا ہے۔ مشرکین کے ہاں ایصال ثواب نہیں بلکہ بتوں کی پوجا یا عبادت مراد ہوتی ہے۔

۳) مسلمان ذبح کر کے گوشت فقیروں محتاجوں۔ مسکینوں۔ رشتہ داروں میں بلا امتیاز تقسیم کرتا ہے۔

مشرکین نہ خود کھاتے ہیں نہ دوسروں کو کھلاتے ہیں صرف بت کے نام بھینٹ چڑھاتے ہیں لہٰذا ان دونوں صورتوں میں کونسی مماثلت ہے

بت کے نام بھینٹ چڑھانا الگ ہے اور اولیاء اللہ کا نذرانہ الگ ہے۔

فریق مخالف کا قول ہے کہ کسی زیارت کی طرف حیوان کو منسوب کرنا نذرانہ نہیں بلکہ قربت الیٰ غیر اللہ ہے جو کہ کفر ہے۔اس لئے حرام ہے اس کیلئے وہ دلیل دیتے ہیں۔لوگ شی نذرانہ کو بعینہٖ زیارت پر پیش کرتے ہیں۔اگر انہیں کہا جائے کہ اس کے بدلے میں اس کی قیمت یا اس کی قیمت کا گوشت خرید کر کے زیارت پر لے جاؤ اس کے بدلے دوسرا جانور زیارت پر پیش کر و تو ایسا گوارا نہیں کرتے لہٰذا یہ نذرانہ نہیں قربت الیٰ غیر اللہ ہے جو کہ حرام ہے۔

اس کا جواب اس طرح ہے کہ عرف عام کے لحاظ سے یہ نذرانہ ہے اس کے بدلے دوسرا جانور یا اس کی قیمت ادا کرنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ درست اور جائز ہے۔لیکن بلا وجہ اچھا نہیں ہے اور اصلی چیز کو ہی پیش کرنا بہتر ہے۔کیونکہ فرض کریں کہ آپ اپنی اولاد یا کسی دوست کی کسی ذاتی چیز مثلاً اس کی ٹوپی۔قلم۔جوتا وغیرہ اس کی مرضی کے خلاف تبدیل کریں تو تمہاری اس حرکت کو کتنا ناپسند کرے گا۔اس

سے قطع نظر آپ ایک بچے کے کھلونے کو تبدیل کیجئے وہ کتنا چڑ چڑا ئے گا

یا فرض کیجئے آپ کے دوست نے دس روپئے کا نوٹ آپ کے حوالے

کیا۔ اور کہا کہ فلانی مسجد یا زیارت گاہ پر میری طرف سے نذرانہ ڈالو۔

آپ کو بعینہٖ یہی نوٹ پیش کرنا واجب ہے۔ اپنی طرف سے تبدیل

کرنا ایک خیانت ہوگی اس طرح کی مثالیں موجود ہیں۔ لوگوں کو

اولیاء اللہ کے ساتھ والہانہ محبت ہوتی ہے جو محبت الٰہی کی علامت اور

جزءِ ایمان ہے۔ تو ان کی طرف منسوب کردہ چیز کو بلاوجہ کیسے تبدیل

کریں اگرچہ اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ اس لئے یہ قربت

الیٰ غیر اللہ نہیں بلکہ ایصال ثواب کا ایک مسنون اور جائز طریقہ ہے اور

دوستان خدا کے ساتھ ایک طرح کا اظہار محبت جو کہ عبادت ہے اور اس

قسم کا مذبوحہ حلال ہے جس کیلئے رسالہ ہذٰ میں مفصل دلائل موجود

ہیں۔ اب جبکہ زیر بحث مذبوحہ کے حلال ہونے میں شک کی کوئی

گنجائش نہیں ہے۔ خواہ مخواہ ایک حلال چیز کو حرام قرار دینا نص قرآنی

کے خلاف ہے۔ جس پر وعید آئی ہے۔ ملاحظ ہو۔

۱. فکلو امماذکر اسم اللہ علیہ ای ذبح علی اسمہٖ ان کنتم مومنین

اگر تم مومن ہو تو جس پر اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا اس کا گوشت کھاؤ۔ گویا اس کو حرام کہنے والا مومن نہیں ہے۔

۲. وما لکم ان لا تاکلو امما ذکر اسم اللہ علیہ و فد فصل لکم ما حرم علیکم الاما اضطرر الیھوان کثیر اً لیضلون با ھوانھم بغیر علم ان ربک ھو اعلم بالمعتدین (انعام)

(ترجمہ) تمہارا کیا حال ہے کہ تم اس جانور کا گوشت نہیں کھاتے ہو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ جس کے کھانے کی سوائے مجبوری کے اجازت نہیں ہے اور بے شک بہت سے لوگ اپنی لاعلمی اور خواہشات کے باعث گمراہ کرتے ہیں۔ بے شک تمہارا رب حد سے نکلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال چیز حرام جاننے والوں کو حد سے زیادہ نکلنے والے قرار دیا۔

۳. ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و
ھذا حرام لما لم یحله اللہ تعالیٰ ولم یحرمه لتفترو اعلی اللہ
الکذب بنسبته ذالک البیان الذین یفترون علی اللہ
الکذب لا یفلحون بھم فی الدنیا متاع قلیل فی الاخرہ
عذاب الیم (نحل)

خود اپنی زبان سے کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فتویٰ صادر نہ کرو۔
جس چیز کو اللہ نے حلال نہ کیا ہو اسکو حلال مت جانو اور جس چیز کو اللہ
نے حرام نہ کیا ہو اس کو حرام مت جانو اس طرح سے تم خدا پر جھوٹ
افتراء باندھتے ہو۔ جو لوگ اللہ پر افتراء باندھتے ہیں ان کیلئے کامیابی
نہیں ہے۔ دنیا کے اندر ان کو معمولی فائدہ ہوگا اور آخرت میں دردناک
عذاب ہوگا۔

اس آیت سے حلال چیز کو حرام سمجھنے والوں کیلئے اللہ پر افتراء باندھنے
والے کا خطاب ملا دوسری آیت میں افتراء باندھنے والوں کے حق
میں اس طرح آیا ہے۔

۴. ومن اظلم ممن افتریٰ علی لله الکذب او قال اوحی الی ولم یوح الیه

یعنی کون اس سے بڑھ کر ظالم ہے جس نے اللہ پر افتراء باندھا یا دعویٰ کیا کہ مجھے وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے آیات اپنی عمومیت کے لحاظ سے ایسے لوگوں پر بھی صادق آتے ہیں جو ایک حلال شدہ چیز کو بلا وجہ حرام قرار دیتے ہیں۔

۵. ولا تاکلو امملم بذکر اسم الله علیه بان مات او ذبح علی غیر اسم اللہ و ال فماذبحه المسلم ولم یسم علیه عمداً او ناسیاً فهو حلا لُ قاله ابن عباس رضی اللہ عنهما وعلیه شافعی

یعنی اس جانور کا گوشت مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ یعنی اپنی موت مر گیا ہو یا خدا کا نام لئے بغیر ذبح کیا گیا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جس جانور کو مسلمان کے ہاتھ

سے ذبح کیا جائے وہ حلال ہے اگر چہ عمداً یا سہواً اللہ کا نام ترک کیا جائے شافعیؒ مسلک کا فتویٰ یہی ہے لیکن احناف کے ہاں اگر خدا کا نام ترک کیا جائے تو جانور حرام ہے۔ واللہ اعلم وعلمہٗ الم

اللھم ارنا الحق حقا وارذقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارذقنا اجتنا به‘۔

مترجم

پیر محمد یحیٰ قادری

خواجہ باغ زکورہ حضرتبل